پیران پگاڑا سندھ کی معروف مادر علمی

جامعہ راشدیہ

تعارف اور خدمات

علامہ حافظ محمد فاروق سکندری

ایم فل سکالر، شعبۂ سیرت و تاریخ، اصول الدین،
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

گوشۂ تحقیقات اسلامی

اسلام آباد - پاکستان - ۰۳۱۸-۰۵۳۹۷۵۳

جامعہ راشدیہ

تعارف اور خدمات

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی منعقدہ کانفرنس

" عقیدہ کی ترویج واشاعت میں جامعات کا کردار اور وحدت امت پر اس کے اثرات "

پیش کردہ مقالہ : جامعہ راشدیہ کا عقیدے کی پختگی، اشاعت اور وحدت امت میں کردار

(ضروری اضافہ کے ساتھ)

جامعہ راشدیہ

تعارف اور خدمات

مصنف	:	علامہ حافظ محمد فاروق سکندری
ایڈیشن	:	جنوری، 2019ء
نظر ثانی	:	حافظ عبدالقیوم مہر، قاضی سہیل احمد سکندری
تعداد	:	1100
ناشر	:	گوشہءِ تحقیقات اسلامی

JAMIA RASHIDIA

TA'ARUF AUR KHIDMAT

By:	ALLAMA HAFIZ MUHAMMAD FAROOQ SIKANDRI
Edition:	January, 2019
Proof by:	Hafiz Abdul Qayoom Mahar & Qazi Suhail Ahmed Sikandari
Published by:	GOSHA-E-TAHQIQAT-E-ISLAMI Pakistan.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

انتساب

اس سعیٔ ناتمام کو بصد احترام

محسنِ ملت، شمس العلماء، حضور قبلہ

پیر سید شاہ مردان شاہ ثانیؒ

(پیر پاگارہ ہفتم)

کے نام منسوب کرتا ہوں۔

جنہوں نے نہ صرف جامعہ کا دوبارہ اجراء کیا، بلکہ انتہاہی نامساعد اور مایوس کن حالات میں اہلِ علم اور متلاشیانِ حق کی دل جوئی اور سرپرستی اپنے ذمہ لی۔

زیرِ بحث "جامعہ راشدیہ"

آپ کی ذاتی دلچسپی اور علمی شوق کا مظہر ہے۔

فہرست

حصۂ اوّل:

کانفرنس تعارف، تصور اور روداد

حصۂ دوم:

خانقاہ راشدیہ تاریخ تنظیم اور شخصیات

حصۂ سوم:

جامعہ راشدیہ کی خدمات (عقائد کے تناظر میں)

حرفِ اوّل

از پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش جمانی

ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہٖ اَجمعین۔

"اے میرے دوست! اپنی زندگی کو غنیمت جان۔ اپنی اس مختصر زندگی کے دوران اپنے دونوں جہاں کی کامیابی سمیٹ۔ اپنے تمام وسائل ربِ کریم کی زیارت گاہ جنت الفردوس کے حصول پر صرف کر، اور اپنی منزل پر بخیر وعافیت پہنچنے کے لئے کوشاں رہو۔"

سیّد صبغت اللہ شاہ ثانی سورھیہ بادشاہ نے رتنا گری جیل میں قید وبند کے دوران یہ نصیحت اپنے بیاض میں تحریر کی۔ آپ کے والدِ گرامی شاہ مردان شاہ اول کی کاوشوں سے "جامعہ راشدیہ" جیسی عظیم الشان درس گاہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ جامعہ آج بھی سندھ بھر کی جامعات میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے

۔

نہ صرف جامعہ راشدیہ کے ذریعے بلکہ راشدی خاندان اور اس سے متعلقہ افراد واداروں نے اپنے متعلقین، ہم وطنوں اور اپنے وطن کی خاطر ہر طرح سے اپنی خدمات سرانجام دیں اور ہر طرح کی قربانی دی۔ بقول ڈاکٹر نبی بخش بلوچ: "درگاہ پیران پاگارہ کے سجادہ نشین ابتدا ہی سے اپنے متعلقین اور ہم وطنوں کو دینی ودنیوی کامیابی کی تلقین کرتے رہے، ہر دور میں رہنمائی بھی کرتے رہے۔"

سندھ سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس خاندان پر سندھی میں تو کئی کتب تحریر کی گئیں، اور سندھ کی جامعات میں متنوع تحقیقی مقالات بھی تحریر ہوئے، مگر ان میں سیاسی اور دفاعی کاوشوں کو زیرِ بحث لیا گیا ہے۔

انگریزی میں بھی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب کی زیر نگرانی ایک تحقیقی کام آکلی نڈ نیوزیلینڈ میں مقیم پروفیسر ڈاکٹر" محمد عمر چنڈ" نے بھی شروع کیا جو حر فورس کی دفاعی خدمات کا احاطہ کرتا ہے آپ کی کتاب " The Brutality Of The British Empire (Against Pir Sahib

" Pagaro's Family & Bungalows At Garang And Pir-Jo-Goth) " نام سے شائع ہوئی تھی۔ جبکہ محترمہ سارہ انصاری نے بھی اپنی کتاب " :Sufi Saints And State Power The Pirs Of Sind" میں حر تحریک کے سیاسی و دفاعی پہلوؤں کو زیرِ بحث لایا ہے، اور میجر جنرل وصال محمد خان نے "Hur operation in Sindh" میں بھی سامراجی قوت کے خلاف جدوجہد کو محورِ تحقیق بنایا ہے۔

جبکہ اردو زبان میں حر تحریک پر آفتاب نبی کی کتاب "کورٹ مارشل اور سورھیہ بادشاہ" بھی دستیاب ہے، جو انگریزی عدالتوں کے فیصلہ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ جبکہ جامعہ راشدیہ کے ذریعے راشدی خاندان اور حر تحریک کی علمی واصلاحی خصوصا عقیدہ کے میدان میں کی گئی کاوشیں اب تشنۂ تحریر تھی۔

اس علمی ضرورت کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ایم فل سکالر، اور فاضل جامعہ راشدیہ، محترم محمد فاروق راجپر نے پُر کرنے کی سعی کی ہے۔آپ کی اس علمی کاوش کو ادارہ " گوشۂ تحقیقاتِ اسلامی " نے شائع کرنے کی ذمہ داری بھی بخوبی سرانجام دی۔ نوجوان محقق کی شخصیت اور جامعہ راشدیہ کی تاریخ پر دسترس اس کتاب کے مطالعہ کے بعد واضح ہوتی ہے۔

چونکہ یہ بنیادی طور پر ایک تحقیقی مقالہ تھا جسے فاضل محقق نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں دنیا بھر سے آئے محققین اور علماء کے سامنے پیش کیا تھا۔ جسے ضروری اضافہ جات کے بعد ایک خوبصورت اور علمی مجموعہ کی صورت میں جامعہ راشدیہ کی عقیدہ کے میدان میں کی گئی خدمات کو عوام کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس علمی ذمہ داری کی سرانجامی کے لئے محقق نے احسن انداز سے کانفرنس کے اغراض ومقاصد بیان کئے ہیں۔ یقیناً ایک مومن کی زندگی کے ہر پہلو، ہر گوشے اور ہر میدانِ فکر وعمل کی اساس اور بنیاد اللہ رب العزت اور نبی اکرم ﷺ کے متعلق قرآن وسنت اور علماءِ اہلِ سنت اور بزرگان کے بتائے ہوئے عقائد ہوتے ہیں۔ جن کی حفاظت سے دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی پنہا ہے۔

دوسرے حصے میں محقق نے برصغیر کی عظیم خانقاہ، خانقاہِ راشدیہ کی تاریخ، نظم وضبط اور اس خانقاہ کی تنظیمی اصطلاحات پر روشنی ڈالی ہے۔ ان تمہیدی وتاریخی، اور تنظیمی اصطلاحات کے بعد فاضل مصنف نے خاندانِ راشدیہ اور پیرانِ پاگارہ کا مستند کتبِ تاریخ سے تعارف پیش کیا ہے۔ اس دوران علامہ محمد فاروق سکندری نے جامعہ راشدیہ کے بانی اور دوبارہ اجراء کرنے والے بزرگان سمیت تمام پاگارہ حضرات کی سوانح عمری بیان کرنے کی سعی کی ہے۔

جبکہ آخری اور تیسرے حصے میں محقق نے جامعہ کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے جامعہ کے عقیدہ کے میدان میں پیش کردہ کارہائے نمایاں کو بیان کیا ہے۔ اس حصہ میں محقق نے جامعہ راشدیہ سے ملحق راشدیہ لائبرری اور وہاں موجود مخطوطات اور دیگر کتب کی جانب اہل علم کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ یہ لائبرری یقیناً اہلِ علم کے لئے ایک سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں موجود نایاب قلمی مخطوطات کو ایم فل اور پی ایچ ڈی کے علمی رسائل ومقالات کا عنوان بھی بنایا جاسکتا ہے۔

علماء، فضلاء اور متعلقین جامعہ کا ذکر اور ان کی عقیدہ کے میدان میں کی گئی خدمات کو پیش کیا ہے۔ ان اہلِ علم حضرات میں برصغیر کی عظیم علمی ہستیاں بھی شامل ہیں، جبکہ ان اہلِ علم اور فضلائے جامعہ کی تصنیفات اور خدمات کے کئی جوانب اب بھی تشنۂ تحریر ہیں۔

امید ہے یہ کوشش جامعہ راشدیہ پر اردو تحقیقات کا نہ رکنے والے سلسلے کی کڑی بنے گی۔

دعا ہے کہ ربِ کریم فاضل محقق کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے سرفراز کرے۔ اور محقق، ادارہ گوشۂ تحقیقات اسلامی اور ان کے معاونینِ خیر کو اپنے بے انتہا خزانے سے دوجہاں میں بہترین جزا عطافرمائے۔ آمین

اسلام آباد

9 جنوری-2019ء

پیش لفظ

الحمد للہ، اللہ رب العزت کی توفیق سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں 9-10 مئی 2018ء کو منعقدہ کانفرنس بعنوان: "عقیدہ کی ترویج و اشاعت میں جامعات کا کردار اور وحدت امت پر اس کے اثرات" میں راقم الحروف کو اپنی مادر علمی "جامعہ راشدیہ" کی خدمات کو ملک سمیت دنیا بھر سے آئے ہوئے محققین اور اہلِ علم حضرات کے سامنے پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جامعہ راشدیہ نے سندھ میں کس طرح انقلابی تبدیلیاں لائیں؟ اہلیانِ سندھ ان سے واقف ہیں، ملک کے باقی علاقہ جات میں جامعہ راشدیہ کا تعارف پیش کرنے کی غرض سے یہ مقالہ مرتب کیا گیا۔ کانفرنس کے لئے مقرر کردہ تحقیقی اور علمی اصول و ضوابط کو مد نظر رکھ کر یہ مقالہ تیار کیا گیا۔ جامعہ راشدیہ کی خدمات کا ایک پہلو "عقائد کی ترویج میں جامعہ کا کردار" جو خصوصی طور پر زیر بحث لایا گیا جو کہ مذکورکہ کانفرنس کا اصل محور تھا۔ جبکہ تاحال جامعہ کی خدمات کو مختلف جہتوں سے پیش کرنے کی اب بھی اشد ضرورت ہے، اور امید ہے کہ فاضلین و منتظمین جامعہ مستقبل میں اس نہج پر کام کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کریں گے۔

راقم نے ابتدائی طور پر یونیورسٹی میں منعقدہ کانفرنس کے انتظامیہ کو اس مقالہ کا خلاصہ بھیجا تھا، جسے انتظامیہ کی طرف سے مقرر کردہ پروفیسرز کی کمیٹی میں پیش کرنے کے بعد منظور کیا گیا اور اس مقالہ کی اہمیت کے پیش نظر تحقیقی انداز میں تفصیلی مقالہ تحریر کرنے کی اجازت دی گئی۔ چونکہ تحقیقی کام میں کئی دشواریاں پیش آتی ہیں، ان تمام تر دشواریوں میں متعلقینِ جامعہ راشدیہ، فاضلین اور احبابِ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی۔ خصوصا علامہ حافظ عبدالقیوم مہر فاضل جامعہ راشدیہ نے ہر قدم پر ساتھ دیا۔ یاد رہے کہ اس کانفرنس میں پاکستان اور دنیا بھر سے آئے علمائے کرام، ماہرین تعلیم جن میں لیکچرر، زپروفیسر، اور ڈاکٹر حضرات نے اپنے تحقیقی مقالات پیش کئے۔

اس مقالہ کو استفادہ عام کے لئے کتابی صورت میں شائع کرنے کا مشورہ اور اسی کام کو

آسان بنانے میں سب سے بڑا کردار میرے عزیز دوست محترم ومکرم نصراللہ قریشی صاحب کا ہے۔ مقالہ ابتدا سے لیکر کتابی شکل میں لانے تک میرے ساتھ جامعہ راشدیہ کے فاضل وعزیزم عبدالقیوم سکندری حفظہ اللہ کی ہمراہی رہی۔آپ مختلف اوقات میں متعلقہ مواد کی فراہمی میں مدد ومعاون رہے اور بہترین مشوروں سے نوازتے رہے۔ ان مشوروں اور ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے ابتداء میں کانفرنس کے منتظمین کی جانب سے تعارفِ کانفرنس پیش کیا گیا ہے اور احوالِ کانفرنس تحریر کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو کانفرنس کے متعلق آگہی ہوسکے۔ بعد ازاں اصلِ مضمون شروع کرنے سے پہلے راشدی خاندان کا مختصر تعارف پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کی کاوشوں سے جامعہ راشدیہ کا اجراء ہوااور آج سندھ کی عظیم درسگاہوں میں شمار ہوتا ہے۔

ابتدائی مسودۂ کتاب تیار ہونے کے بعد پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش جمانی صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ نے یونیورسٹی کی ذمہ داریوں اوراپنی علمی مصروفیات کے باوجود ذاتی دلچسپی لی اوراپنے تاثرات سے نوازتے ہوئے اہم علمی پہلوؤں کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ اللہ پاک آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

مذکورہ حضرات کے علاوہ میرے محسن استاد واستاد العلماء علامہ مفتی دوست علی سکندری (شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ)، علامہ علی اکبر سکندری یمنی (مدرّس جامعہ راشدیہ)، علامہ عبدالسبحان سکندری (مدرّس جامعہ راشدیہ)، علامہ عرفان علی سکندری (مہتمم ومدرّس صبغۃ المصطفیٰ، باگڑجی، سکھر) نے قدم قدم پر حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ رب العزت ان تمام اہلِ علم حضرات کے علم وعمل اور زندگیوں میں برکتیں عطافرمائے۔ آمین!

اسلام آباد محمد فاروق سکندری

۱۔ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق 8 جنوری 2019ء

حصۂ اوّل

(کانفرنس تعارف، تصور اور روداد)

۱۔ تعارفِ کانفرنس

۲۔ تصور، اغراض ومقاصد

۳۔ رودادِ کانفرنس

حصۂ اوّل: کانفرنس تعارف، تصور اور روداد

تعارفِ کانفرنس

عصر حاضر میں امت مسلمہ کئی تبدیلیوں، چیلینجز اور بحرانوں سے گزر رہی ہے۔ انہیں سامنے رکھ کر مشکل حالات کا سامنا کرنے کے لئے کسی رخ کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ جو یا تو فکری بنیادیں مضبوط رکھ کر امن وترقی اور وقار کا شامیانہ بن سکتی ہیں، یا پھر کسی کی پیروی میں اپنی شناخت کرکے ۔ یہ مسلم امت کے تاریخی ورثے کے منافی ہے کہ وہ عظیم الشان تاریخ اور تمدن جو تمام علمی اور عملی گوشوں کے اعتبار سے تقدم وترقی کی معراج اور انتہا پر تھا چاہے اس کا تعلق عقائد و نظریات سے ہو، یا عبادات و معاملات ، اور اخلاق و کردار سے، لہٰذا امت مسلمہ کے مسائل کا حل صرف حالات کے چنگل میں ڈھل کر تلاش کرنے کے بجائے قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح راستے کا تعین کرکے امت کے سامنے واضح اور صریح پیغام میں ہے جو اس کی نجات کا سبب ہے۔

اس بات پر تمام علماء، اسکالرز اور ارباب عقل ودانش کا اتفاق ہے کہ لغزشوں، فتنوں، نفرتوں، اندھیروں اور غبار آلود افکار سے بچنے اور ملی اتحاد کو برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ قرآن وسنت کی مکمل پیروی اور ان کی بتائی ہوئی تعلیمات کی پابندی ہے۔ اور اِس پُر فتن دور میں یکے بعد دیگرے آنیوالے فکری انحطاط اور بحرانوں سے اگر کہیں محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے تو وہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنے والے وہ نظریاتی قلعے ہیں جو مختلف جامعات، مراکزِ علم ودانش اور علم و تحقیق کے اداروں کی شکل میں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، تاکہ ان علمی درسگاہوں میں ان تمام طعن وتشنیعی طریقوں اور سازشوں کا مقابلہ کیا جاسکے جن کے نتیجے میں امت فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔

یہی جامعات اور تعلیمی ادارے کسی بھی علمی ، ثقافتی اور تمدنی معاملات سے متعلق فیصلہ

سازی کے اہم فورمز ہوتے ہیں، اور یہیں سے کسی بھی معاشرے میں سیاسی اور متفکرانہ ترجیحاتی امور کے رخ کا تعین کیا جاتا ہے ، اور یہی ادارے سب سے پہلے اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اپنے اساتذۃ وطلباء کے اندر صحیح عقائد وافکار کی ترویج اور ان کے اخلاقی اقدار کی تعمیر کرے اور ان کے اندر مثبت رویوں اور رجحانات کو پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ بھی ان اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے متعلقین ومنتظمین کی رہنمائی کرتے ہوئے یہ بات بھی ان کو سمجھائیں کہ کونسا طریقہ تحصیل علم اور کونسا اخلاق وکردار ان کے لیے دنیا وآخرت میں فلاح کا باعث ہے۔ انہیں فکری واخلاقی بے راہ روی سے بچانے کے ساتھ ساتھ انہیں غلو اور مبالغہ آرائی، تنگ نظری اور تشدد افراط وتفریط، دہشتگردی، فرقہ واریت اور گروہ بندی جیسے منفی رجحانات سے محفوظ رکھ سکے اور رواداری اور امن وسکون کے ساتھ باہمی محبت واحترام جیسے مثبت رویوں کو پروان چڑھائے۔

کانفرنس کا تصور:

اسلامی جامعات کے اہداف ومقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کے نصاب اور ہم نصابی سرگرمیوں کو اس طرح تشکیل دیا جائے کہ صحیح عقیدے کی آبیاری ہوسکے۔ اس کے براہ راست اثرات بالخصوص ان طلباء پر اور بالعموم معاشرے پر مرّتب ہوں، جس کے ذریعے حقیقی معتدل اسلام کے جہات کو اجاگر کیا جاسکے۔

اس کانفرنس کے اغراض ومقاصد درج ذیل تھے:

عقیدہ اسلامیہ کو ہر چیز کی بنیاد قرار دیا جائے۔ دیگر اقوال واعمال اور اعتقادات کی صحت وضعف کے لئے اسے معیار قرار دیا جائے۔

ملّی اور قومی ترقی کے لئے اور افکار ونظریات کو انتہاپسندانہ رجحانات کی آمیزش سے پاک کرنے کے لیے اسے معیار بنانا۔

وحدتِ امت کی بقااور مذہبی وگروہی اختلافات کے خاتمے کے حوالے سے صحیح عقیدے کی اہمیت کو اجاگر کرنا جو کہ اسلامی جامعات کا مشترکہ ھدف ہے، اور طلباء وطالبات میں صحیح

عقیدے کی پختگی کے لئے درسی اور تحقیقی کاوشوں کو فروغ دینا۔

علماء مفکرین و متخصّصین کے لئے مواقع فراہم کرنا کہ وہ اس حوالے سے مزید آگاہی حاصل کر سکیں اور اپنے تجربات کا تبادلہ کر سکیں تاکہ ایسے غلط رجحانات اور شکوک وشبہات کو پنپنے سے روکا جاسکے جو اسلامی عقیدے کے عقم و سقم کا سبب بنتے ہوں۔

کسی بھی فرد یا معاشرے کو زمین پر خلافت اور نمائندگی کی صحیح تشخیص کرنے اور اس کی تعلیمی، اقتصادی اور سماجی تمدن کے ڈھانچے کو بنانے میں عقیدہ اور فکری نظریہ کی اہمیت وافادیت اجاگر کرنے کے لئے مختلف تجاویز اور تصورات پیش کرنا۔

مذکورہ اہداف کے حصول کے لئے اس کانفرس کے لئے چند عمومی موضوعات اور ان کے ذیلی عناوین کا تعین کیا گیا تھا، جن سے مطابقت رکھنے والے عناوین، خلاصہ جات اور مقالا جات کو بعد ازاں کانفرنس میں پیش کرنے کے لئے منظور کیا گیا تھا۔ ان عمومی اور ذیلی عناوین کی تفصیل درج ذیل ہے:

عقیدہ کی پختگی اور اس کی نشرواشاعت میں قرآن وسنت کا منہج

1. قرآن کریم کا عقیدے کی پختگی کے حوالے سے منہج اور فطری عقل کے ساتھ ہم آہنگ ہونا
2. عقیدہ کو بطور منہج واخلاق اجاگر کرنے میں مکی دور کی زمانی ومکانی دلالت
3. صحیح عقیدے کی دعوت اور اس کو عملی تطبیق میں صحابہ اکرام اور سلف صالحین کا منہج و کردار

عقیدے کے پختگی کے وسائل

1. قرآن کریم اور سنت نبوی کا عقائد کے تمام اِصولی اور بنیادی باتوں پر مشتمل ہونا
2. قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل عقیدۃ بیان کرنے میں علماء اور ائمہ کرام کے علمی کارنامے
3. عقیدے کی پختگی اور اتحاد امت میں میڈیا کا کردار

جامعات اسلامیہ کا صحیح عقیدے کے مفاہیم کو راسخ کرنے کے حوالے سے کردار

1. ترویج عقیدہ کی مدد سے اسلامی جامعات کا اپنے اہداف ومقاصد کا حصول

2. اسلامی جامعات کا نصاب علوم شرعیہ اور نوجوانوں کی دینی بیداری میں اسکا اثر
3. نظریاتی بے راہ روی کے اسباب اور معالجہ کے لئے وسائل کی تشخیص میں جامعات کا کردار
4. صحیح اسلامی عقیدے کی تقویمیت میں اسلامی جامعات کا موئثر کردار

عقیدے کی ترویج اور اس کے دفاع کے لئے مسلمان علماء کا کردار

1. باطل عقائد و مذاہب کی تردید میں علماء اہل سنت والجماعت کی کاوشیں اور کارنامے
2. مسائل عقیدہ کی نشاندہی میں علمائے متجددین کا قرآن وسنت کی روشنی میں کردار
3. علماء کی پیش آمدہ اور معاصر عقیدے کے مسائل اور موجودہ چیلنجز سے نمٹنے میں کردار

عقیدہ اور اس کے اخلاقی اثرات

1. منہج اعتدال اور امن وآشتی کے فروغ اور انتہا پسندی اور دہشتگردی کو روکنے میں صحیح عقیدہ کا اثر
2. اسلامی عقیدے کے نفاذ کا اتحاد کے قیام اور فرقہ و گروہ بندی کو روکنے میں اثر
3. افراد اور معاشروں کو گمراہ کن نظریات اور غلط افکار سے محفوظ رکھنے میں صحیح عقیدے کا اثر
4. صحیح عقیدے اور تہذیبی ترقی کے حصول میں مشترکہ عناصر

ان موضوعات پر ارسال کردہ تحقیقی مقالہ کے لئے درج ذیل شرائط رکھی گئی تھیں۔

1.- مقالہ کانفرنس کے مرکزی یا ذیلی موضوعات میں سے کسی موضوع پر ہو۔

2.- اسلوب تحقیق اور مصادر وماخذ کے حوالہ جات کے لحاظ سے مقالہ نگار علمی تحقیق کے اصولوں کو مد نظر رکھے۔

3.- علمی مقالہ پہلے کسی مجلّہ میں شائع ہوا ہو نہ ہی اس سے پہلے کسی کانفرنس وغیرہ میں پیش کیا گیا ہو نہ ہی وہ کسی پہلے سے لکھے گئے علمی مقالہ یا تحقیق سے ماخوذ ہو۔

4.- مقالے کی ضخامت بشمول مصادر وماخذ کے اے۔ فور سائز کے پچیس صفحات سے زائد نہ ہو اور ایم ایس ورڈ میں کمپوز کیا گیا ہو۔

5.- ملحقات، کتابیات اور فہارس مقالے کے آخر میں فراہم کی جائیں۔

6. -مقالہ جات فیصلے کے لئے جامعہ کی طرف سے مقرر کردہ کمیٹی کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

7. -مقالے کے ہمراہ مقالے کی سافٹ کاپی، مقالہ نگار کا ذاتی کوائف نامہ اٹیچ کئے جائیں جو صرف ایک صفحہ پر مشتمل ہو۔

8. -پیش کردہ علمی مقالہ جات واپس نہیں بھیجے جائیں گے ،اور مجلس علمی مسترد ہونے کی وجہ بتانے کے پابند بھی نہیں ہوگی۔

کانفرنس کی انتظامیہ نے عنوان، خلاصہ، قبولِ مقالہ کے لئے درج ذیل جدول جاری کیا تھا:

خلاصہ جمع کرانے کی آخری تاریخ: 15/جنوری/2018م

قبول شدہ خلاصہ جات کا اعلان: 25/جنوری/2018م

مکمل مقالا جات جمع کرانے کی تاریخ: 28/فروری/2018م

ان تمام مراحل کے بخوبی انجام پانے اور میرے مقالے بعنوان "جامعہ راشدیہ کا عقیدے کی پختگی ،اشاعت اور وحدت امت میں کردار" کے تمام کمیٹیوں کے مقررہ پروفیسرز کی جانب سے منظور ہونے کے بعد کانفرنس کے دوسرے دن، دوسری نشست میں قائدا عظم آڈیٹوریم فیصل مسجد کیمپس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد (پاکستان) میں لیکچر کی صورت میں پیش کیا گیا۔

رودادِ کانفرنس

دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد چونکہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اور ایچ ای سی سمیت دیگر قومی وبین الاقوامی اداروں کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ تھی، جو دو دنوں پر مشتمل تھی۔اس کی افتتاحی تقریب ۹ مئی 2018 کو منعقد ہوئی۔ جس میں سات نشستیں منعقد کی گئیں جن میں سے ایک نشست عورتوں کے لئے مخصوص تھی۔

پہلی نشست:

پہلی نشست افتتاحی نشست تھی، جس میں تلاوت قرآن پاک کے بعد ڈاکٹر ہارون الرشید، صدر شعبہ اصول الدین نے تمام معزز مہمانوں، محقق مقالہ نگاروں، اور شریک حاضرین وحاضرات کو خوش آمدید کہا اور کانفرنس کے اغراض و مقاصد سے تمام حاضرین کو آگاہ کیا۔ اس نشست کے مہمانِ خصوصی نواف المالکی (سعودی سفیر) نے شرکت کی۔اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلم دنیا کی ترقی اور استحکام میں اسلامی جامعات کا کردار کلیدی ہے، ان کا کہنا تھا کہ ہم اسلام کے پیغام امن کی ترویج کے لیے پر عزم ہیں اور اس ضمن میں جملہ اداروں اور جامعات کو بھرپور تعاون فراہم کیا جائے گا۔انہوں نے اساتذہ پر زور دیا کہ وہ نوجوانوں کے ذہن میں مذہب سے متعلق مروج غلط فہمیوں کے تدارک پر خصوصی توجہ دیں۔

کانفرنس سے مسلم ورلڈ لیگ کے علاقائی ڈائریکٹر "عبدہ عتین" نے اظہار خیال کیا اور کہا کہ کانفرنس کاانعقاد ایک عظیم فریضہ ہے جس میں اہم موضوعات پر بحث کی گئ ہے۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صدر جامعہ ڈاکٹر "احمد الدریویش" نے کہا کہ اسلامی یونیورسٹی وحدت امت کی بہترین مثال ہے جہاں تقریباً تمام اسلامی ممالک کے طلباء و اساتذہ موجود ہیں۔انہوں نے کانفرنس کے موضوع کو اہم قرار دیتے ہوئے اس کے انعقاد پر اسلامی یونیورسٹی ایچ ای سی اور تمام دیگر مشترکہ منتظمین کو مبارکباد پیش کی۔ اور محقق مقالہ نگاروں کی علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔اور نشست کے آخر میں معزز مہمانوں کو یادگار شیلڈ پیش کی گئیں۔

دوسری نشست:

دوسری نشست کی صدارت ڈاکٹر ہارون الرشید صدر شعبہ اصول الدین نے کی جو صبح 11:45 پر تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی۔اس نشست کا اساسی موضوع "منهج القرآن الكريم في تأصيل التوحيد وأثره على الفكر الإنساني" تھا۔ اس نشست میں سوڈان سے تعلق رکھنے والے راقم کے استاذِ محترم ڈاکٹر "یوسف محمد طاہر" نے اپنا عربی مقالہ پیش کیا جس کا عنوان: "

الجهد المتواصل فی الفترة المكية وأثرها فی ترسيخ العقيدة" تھا۔ بعد ازاں جامعۃ الازہر مصر سے تعلق رکھنے والے اور تفسیر میں میرے استاذ ڈاکٹر" عبد المحسن" جمعہ نے اپنا مقالہ بعنوان "المنهج القرآن المكی فی معالجة القضايا العقيدة "پیش کیا۔ جن کے بعد سوڈان سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر "فتح الرحمٰن قرشی" نے مقالہ بعنوان" منهج المحدثين فی تأصيل دعوة إلی التوحيد "پر اپنی تحقیق پیش کی۔ جبکہ ڈاکٹر" سجاد إلٰہی" نے اپنا مقالہ" عناية الأنبياء والرسل بتصحيح وتأصيل العقيدة "پیش کیا۔ ڈاکٹر إبراہیم میان جان نے" منهج الصحابة وسلف الصالح فی الدعوة إلی العقيدة الصحيحة وتطبيقها واقعا عمليا "پیش کیا۔ ان کے بعد مصری ڈاکٹر "محمد ابراہیم سعد النادی "نے منهج القرآن الكريم فی بناء العقيدة "پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر "محمد إسحاق منصوری "نے اپنا مقالہ:" منهج القرآن الكريم فی تأصيل العقيدة وتلاقيها مع العقل الفطری "پر اپنی تحقیق پیش کی۔ بعد ازاں ڈاکٹر" محمد إعجاز" نے اپنا مقالہ پیش کیا جس کا عنوان: "العقيدة بين الاعتدال والتطرف" تھا۔ آخر میں صدر مجلس ڈاکٹر" ہارون الرشید" نے اپنا اختتامی خطاب کیا اور یہ نشست مختصر سوال وجواب کے مرحلے کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔

تیسری نشست:

تیسری نشست کی صدارت ڈاکٹر" زید عبلان" نے کی جبکہ اس مجلس کا محورِ اساسی:" منهج القرآن الكريم فی تأصيل التوحيد وأثره علی الفكر الإنسانی "تھا۔ اس نشست کے پہلے مقالہ نگار "سری لنکا" سے تعلق رکھنے والے میرے "مقارنۃ الادیان" کے ٹیچر استاذ محترم "عبد الملک" تھے جنھوں نے "العقيدة الإسلامية فی تعدد الأديان قضايا وتحديات للأقليات "پر اپنی تحقیق پیش کی۔ جبکہ مصری استاذ محمدی عبد البصیر الحضیری نے "العقيدة الصحيحة وآثارها

الإجتماعية والمنهجية "پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ جبکہ استاذ حافظ "طاہر اسلام" عسکری کا عنوانِ بحث "دور العقيدة في الأفكار المنحرفة" تھا۔ ڈاکٹر "ہدایت الرحمٰن" کی تحقیق کا موضوع "عقيدة التوحيد وأثرها في وحدة الأمة" تھا۔ ان کے بعد محترم "حسن بظاظو" جن کے مقالے کا عنوان: "أثر العقيدة الصحيحة على الفرد والمجتمع "پر اپنی تحقیق پیش کی۔ بعد ازاں محترم "محمد ذو القرنین" نے (العقيدة الإسلامية وانعكاساتها على الفكر والسلوك الإنساني) پر اپنی تحقیق پیش کی۔ اور "أثر تطبيق العقيدة القرآنية منهجا وسلوكا في تحقيق الوحدة ومواجهة التحديات المعاصرة "پر ڈاکٹر نصیر اختر نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ آخر میں ڈاکٹر "زید العبلان" نے تمام مقالوں کا خلاصہ اور اختتامی کلمات پیش کئے اور مہمانِ خصوصی حافظ "عبد الرحمٰن" نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اختتام پر سوال وجواب کا مختصر سلسلہ ہوا جس پر نشست اور پہلا دن اختتام پذیر ہوئے۔

دوسرا دن اور چوتھی نشست:

کانفرنس کی چوتھی نشست اور دوسرے دن کی ابتدا تلاوت قرآن پاک سے ہوئی۔ اس نشست کی صدارت ڈاکٹر علی اصغر چشتی نے کی، اور مقالہ پیش کرنے والے محققین کا محوری موضوع "جهود العلماء المسلمين في دفاع عن العقيدة وتحقيق وحدة الأمة" تھا۔ جس میں ڈاکٹر احمد جان الازہری "الشيخ طاهر بنج بيري ودوره في إرساخ العقيدة الصحيحة" پر اپنی تحقیق پیش کی . ڈاکٹر حافظ مسعود قاسم "منهج العقيدة الطحاوية"، ڈاکٹر امجد حیات نے اپنا مقالہ پیش کیا، بعد ازاں کراچی سے تشریف لائے ڈاکٹر محمد عاطف اسلم نے اپنا مقالہ بعنوان "قراءة عقدية في كتاب تبيان القرآن في تفسير القرآن لغلام رسول سعيدي" پیش کیا جبکہ ڈاکٹر جنید ہاشمی نے اپنا مقالہ "نبذة عن بعض المؤلفات في العقيدة الإسلامية" پر اپنی تحقیق پیش کی۔ ان کے بعد ڈاکٹر

حافظ عبد المنان نے اپنا مقالہ پیش کیا، آخری مقالہ نگار ڈاکٹر عزیز الرحمٰن السیفی تھے جن کا عنوانِ بحث تھا۔ " دور الصوفیة والفقهاء فی نشر العقیدة بالصبر والتحمل "۔

پانچویں نشست:

پانچویں نشست کی صدارت سوڈان سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر فتح الرحمٰن القرشی صدر قسم الحدیث نے کی۔ اور نظامت کی ذمہ داریاں استاذِ محترم "ڈاکٹر عبد الرحمٰن حماد " مصری الازھری نے سرانجام دیں۔ اس نشست کا اساسی موضوع " دور الجامعات فی ترسیخ العقیدة " تھا۔ اس نشست کے پہلے مقرر ڈاکٹر حافظ افتخار احمد تھے جنہوں نے " مناهج الجامعات الإسلامیة فی العلوم الشرعیة وأثرها علی الشباب " پر اپنی تحقیق پیش کی۔

بعد ازاں راقم کو جامعہ راشدیہ پر کئے گئے اپنے اردو میں لکھے ہوئے تحقیقی مقالہ بعنوان: دور الجامعة الراشدیة فی تأصیل ونشر العقیدة ووحدة الأمة کو پیش کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ میرے مقالے کی خاص بات یہ تھی کہ نظامت کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہوئے استاذِ محترم نے بے حد مسرت کا اظہار کیا کہ ان کا طالب علم اس قابل ہوا ہے کہ وہ اہلِ علم کے سامنے تحقیقی مقالہ پیش کر رہا ہے۔ اور یہ بتاتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا کہ کانفرنسز کا مقصد نئے محققین دینا بھی ہوتا ہے جسے الحمد للہ اس طالب علم (راقم) نے پورا کیا۔ اور موضوع کی کانفرنس سے مطابقت اور پیش کئے گئے کام پر بھی خوشی کا اظہار کیا۔ یہی نہیں بلکہ الحمد للہ مصر سے تعلق رکھنے والے دوسرے استاذی ڈاکٹر اشرف عبد الرافع نے اپنا مقالہ بعنوان: " دور الجامعات فی نشر العقیدة وأثر ذلك علی الفرد والمجتمع " پیش کرنے سے پہلے راقم کے تحقیقی مقالہ پیش کرنے پر بیحد خوشی کا اظہار کیا۔ راقم کے بعد ڈاکٹر بشیر صاحب نے اپنا مقالہ بعنوان "أهمیة ترجمة عن النصوص العقدیة"، پیش کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر سید عبد الغفار شاہ بخاری صدر شعبہ اسلامیات نمل یونیورسٹی نے اپنا مقالہ پیش کیا جس کا عنوان " العقیدة الإسلامیة وتأصیلها لمنهج الوسطیة والتعایش ونبذها

للتشدد والإرهاب" پیش کیا۔ اور بعد ازاں ڈاکٹر محمد ارشد نے "منهب الشیخ أحمد سرهندی فی تصحیح العقیدة فی عصره" پر اپنی تحقیق پیش کی۔ آخری مقالہ نگار ڈاکٹر علی اصغر چشتی (صدر شعبہ حدیث علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) تھے جن کے مقالہ کا عنوان "دور جامعة علامة إقبال المفتوحة فی نشر العقیدة وأثرها إجمالا". تھا۔ ڈاکٹر فتح الرحمٰن القرشی نے اختتامی صدارتی کلمات پیش کئے اور بعد ازاں حاضرین وسامعین کے سوال وجواب کے مرحلے کے بعد یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔

چھٹی نشست:

چھٹی نشست عورتوں کے لئے مخصوص تھی جس کی صدارت ڈاکٹر "فرخندہ ضیاء" نے کی۔ اس نشست میں ڈاکٹر "سیدہ سعدیہ" نے اپنا مقالہ اصلاح عقائد و نظریات میں "شاہ ولی اللہ کے منہج واستدلال سے اخذ واستفادہ کے اصول، عصری تہذیبی وثقافتی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ"، جبکہ ڈاکٹر اَمۃ العزیز نے اپنامقالہ "دور عالمات الدین الاسلامی فی اصلاح العقیدة" پیش کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر منزہ بتول نے "مناهج العلماء شبه القارة الهندیة فی بیان العقیدة جهود الشیخ احمد سرهندی نموذجا" پر اپنی تحقیق پیش کی۔ محترمہ سمیرا لطیف نے اپنا مقالہ "مسلم خواتین کا بطورِ ماں نسلِ نو میں اسلامی عقائد کی پختگی میں کردار اور ذمہ داریاں" پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ ڈاکٹر آسیہ رشید نے "انبیاء ورسلؑ کا عقیدہ کی اصلاح اور اس کی پختگی پر توجہ اور اہتمام" پر اپنا تحقیقی کام پیش کیا۔ جبکہ ڈاکٹر زینب امین نے "اسلامی عقیدے کے نفاذ کا اتحاد کے قیام اور فرقہ وگروہ بندی کو روکنے میں اثر" پر اپنا مقالہ پیش کیا جبکہ ڈاکٹر فرخندہ ضیاء کے صدارتی کلمات پر نشست کا اختتام ہوا۔ یوں یہ خصوصی نشست اختتام پذیر ہوئی۔

ساتویں نشست:

ساتویں اور آخری نشست کے مہمانِ خصوصی ریکٹر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ڈاکٹر

"معصوم یاسین زئی" تھے، آپ نے اپنے مختصر خطاب میں تمام شرکاء اور محقق مقالہ نگاروں کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر اشرف عبد الرافع نے محققین کے پیش کردہ مقالہ جات کو سامنے رکھ کر مختلف جامعات اور حکومتی اداروں کو سفارشات پیش کیں اور آخر میں ڈاکٹر احمد یوسف الدرویش اور ڈاکٹر معصوم یاسین زئی نے مقالہ نگاروں کو تعریفی اسناد اور یادگاری "شیلڈز" سے نوازا اور گروپ فوٹو سیشن پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

حصۂ دوم

(خانقاہ راشدیہ تاریخ تنظیم اور شخصیات)

۱۔ خانقاہ راشدیہ کا نظم وضبط

۲۔ تعارفِ راشدی خاندان

حصۂ دوم:

خانقاہ راشدیہ تاریخ تنظیم اور شخصیات

خانقاہی نظام؛

خانقاہ راشدیہ کا نصب العین کیا ہے؟اس کا جواب خاندانِ راشدی کے جد امجد حضرت پیر سید محمد راشد (روضہ دھنی)کا یہ ملفوظ مبارک ہے کہ: "ہمارا طریقہ، محمدی طریقہ ہے" تمام پیرانِ پاگارہ اسی پر عمل پیرا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس خانقاہ کا نظام شریعت کی حدود و قیود میں رہتا آرہا ہے۔ خانقاہِ راشدیہ کے خانقاہی نظام میں موجود ممتاز انتظامی امور کی تفصیل درج ذیل ہے۔

انتخابِ سجادہ نشین؛

پیران پاگارہ کے سلسلہ کے مشائخ کو مسند نشین، گدی نشین کے بجائے "سجادہ نشین" کہا جاتاہے۔ یہ وراثت ممبر و محراب کی وارثان کی ہے۔ اس سلسلہ میں جب نئے پگارا کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کا طریقہ کار عین اسلامی شوریٰ پر ہوتا ہے جو کہ پیر پگارہ کے چودہ خلفاء پر مشتمل ہے، اس مجلس شورہ کا سربراہ بڑا خلیفہ ہوتا ہے جسے چیف خلیفہ کہا جاتا ہے۔ ایک سجادہ نشین پگارا کے وصال کے بعد اور تدفین سے پہلے نئے پگارا کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ جس کے لئے خانقاہ کی جامع مسجد میں مذکورہ شوری کا اجلاس ہوتا ہے اتفاق رائے کے بعد منتخب ہونیوالے پگارا کو ممبر پر بٹھا کر، سلسلہ کے مرشد، خاندان کے معزز افراد، اور دیگر خانقاہوں کے سجادہ نشین دستار بندی کرواتے ہیں۔ اس کے بعد خانقاہ کے نظام میں شامل مختلف فرائض پر مامور ۱۶ خلفاء ایک ایک دستار حضرت پیر صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ بعد ازاں نئے منتخب پیر پگارہ کی سرپرستی اور سربراہی میں سابقہ سجادہ نشین کی نماز جنازہ اور تدفین کی جاتی ہے۔ یہ طریقہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سربراہی کے انتخاب اور بعد ازاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی تجہیز و تکفین کو سامنے رکھ کر اپنایا گیا ہے۔

خانقاہ کا سجادہ نشین ہوتے ہی "پیر پگارا" اپنے ذاتی کاروبار سے بالکل الگ ہو جاتا ہے، جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سنت ہے۔ اور خانقاہ کی تمام ملکیت، خانقاہ کے انتظامات، مساجد، مدارس اور مریدیں کی خدمت پر صرف کی جاتی ہے۔ خانقاہ کی ہر چیز کا سربراہ تو پیر پگارا ہوتا ہے مگر وہ اسے اپنے ذاتی فوائد کے لئے استعمال نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ میں اکاؤنٹ اور لین دین کا تمام حساب وکتاب اور مالی معاملاتِ جماعت اور خلفاء کی "چوکی" کے سپرد ہوتا ہے۔ "چوکی" اور اس کی تفصیلات آئندہ سطورِ میں تفصیلا کیا گیا ہے۔

دوست اور صاحب کو "مرید" پر ترجیح اور اصطلاح "تارک فقیر"

اس سلسلہ کے مشائخ اپنے مریدین اور معتقدین کو "مرید" کے بجائے "دوست" اور "صاحب" اور کبھی کبھار خلوص و محبت کے پیش نظر "یار" لفظ سے بھی مخاطب کرتے ہیں۔ ملفوظات سید محمد راشد روزہ دھنیؒ میں ہے کہ "مرید کہنا بدعت ہے دوست کہنا سنت ہے۔" صحابی لفظ میں بھی یہی اسرار ورموز پنہاں ہیں۔

حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنیؒ کے معتقدین اور مریدین کی تعداد میں دن بدن اضافہ کے باعث ان کی روحانی تربیت، تزکیہ نفس کی تعلیم اور نظم وضبط کے لئے پہلے تو کچھ مخصوص افراد تھے جو لوگوں کی تربیت کرتے تھے، یہ تعداد جب بہت زیادہ ہو گئی تو اس جماعت میں ان افراد کی جماعت تیار ہوئی جنہیں "تارک فقیر" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ تارک الدنیا فقیر تھے جو مختلف علاقہ جات میں جا کر اپنے پیر بھائیوں کی تربیت کرتے تھے، طریقت کا مرشد تو وقت کا پیر پگارا ہوتا ہے، اسی سلسلہ میں یہ فقیر "طریقت کے استاد" ہوتے تھے جو روحانی تربیت اور تزکیۂ نفس کی تعلیم میں مصروف رہے۔ شرعی احکامات کی پابندی کے ساتھ یہ فقیر خانقاہ کے نظام سے متعلق بھی رہنمائی کرتے تھے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے علماء وفقراء یے کام سرانجام دے رہے ہیں۔

"چوکی" اوراس کی ذمہ داری

سویم پگارا پیر سید حزب اللہ شاہ (تخت دھنی) کے دور میں ضروریات کے پیشِ نظر اس نظام کو باقاعدہ مرتب کرکے مختلف علاقہ جات کی ذمہ داری کسی ایک شخص کے سپرد کردی گئی، پھر وہ اسی علاقہ سے اپنے نائب مقرر کرتا ہے جو معاونین کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں۔ اسی ضرورت کے تحت اسلامی تقویم کے ۱۲ ماہ کی نسبت کو سامنے رکھ کر خانقاہ کے نظام کی ذمہ داری اور مخصوص علاقوں میں موجود جماعت کی خبرگیری اور ان کی روحانی تربیت کے لئے "چوکی" کا نظام مروج ہوا۔

خانقاہ میں "چوکی" کی اصطلاح سے مراد انتظاماتِ خانقاہ کی ذمہ داریوں کی سرانجامی ہوتی ہے۔ جس کی مدت ایک ماہ ہوتی ہے۔ بارہ علاقوں کے مخلصین و مریدین اور ذمہ دار افراد ایک ایک ماہ کے لئے خانقاہ، مدرسہ کی حفاظت سمیت تمام چھوٹے بڑے انتظامی امور کی سرانجامی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لنگر سے لے کر مالی معاملات کا حساب وکتاب ان کے ذمہ ہوتا ہے جس کی باقائدہ چارج لی اور دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں محرم الحرام کے دوران چوکی کی ذمہ داری علاقہ "گاہکی" کے سپرد ہوتی ہے، جبکہ صفر المظفر میں "کھاوڑ"، ربیع الاول میں "تھر کلیاں"، ربیع الثانی میں "شہدادپور"، جمادی الاولی میں "کھتہ"، جمادی الاخری میں "لاڑ"، رجب المرجب میں "گمھ"، شعبان المعظم میں "پار"، رمضان المبارک میں "جیسلمیر"، شوال المکرم میں "اچھڑو تھر"، ذوالقعد میں "نارو" اور ذوالحجہ میں تمام انتظاماتِ جامعہ وخانقاہ "بھان" کے سپرد ہوتے ہیں۔ جبکہ راقم کا تعلق چوکی پار سے ہے، جس کی سرپرستی اس وقت شیخ الحدیث مفتی محمد رحیم سکندری کر رہے ہیں۔

حر جماعت میں مریدین دو طرح سے اپنی خدمت کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں۔ ایک "سالم" دوسرا "فرق"۔ "سالم" میں شامل افراد کی خدمات سال بھر کے لئے جماعت، خانقاہ اور دیگر متعلقین وزائرین کے لئے وقف ہیں۔ جبکہ "فرق" مقرب خادمین ہوتے ہیں، اس جماعت کے ذمے حضرت پیر صاحب کی خدمت ہے، یہ افراد رہائش گاہ پیر جو گوٹھ، سمیت لاہور اور کراچی میں واقع

پیر صاحب کی رہائشگاہوں پر انتظامات کی دیکھ بھال کی "چوکی" دیتی ہے۔ سال بھر کی ذمہ داریاں تین تین ماہ کے لئے "فرق" جماعت کے چار خلفاء میں منقسم ہیں۔ چوکی کے سربراہ خلیفہ کو "مکھ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس طرح کل ۱۲ "سالم" اور ۴ "فرق" کے افراد منصبِ "مکھ" (خلیفہ) کے عہدے پر مقرر ہیں، جن کے ماتحت ہر علاقہ میں نائب خلیفہ یا "نائب مکھ" اور کئی خلفاء کا سلسلہ ہوتا ہے معاملات کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔

فیصلہ کمیٹی

خدانہ خواستہ جماعت کے لوگ آپس میں کسی معاملہ میں الجھن یا نزاع میں پڑ جائیں تو وہ عدالت جانے کی بجائے خانقاہ کی فیصلہ کامیٹی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جہاں متصادم گروہوں کے درمیان صلح اور مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک چیئرمین اور مختلف "چوکیوں" کے ۱۶ ممبران مقرر ہوتے ہیں۔ کسی مرید کو کوئی مسئلہ درپیش ہو، کسی دوست سے شکایت ہو یا آپس میں فیصلہ کروانا ہوتا ہے تو وہ اپنے نام اور خانقاہی کوائف پر مشتمل ایک درخواست تحریر کرتا ہے۔ جس کی چھان بین کے بعد حضرت پیر صاحب پگارا سے اس "فیصلہ کمیٹی" کے نام "حکم مبارک" دیتا ہے، اسی "حکم" (آرڈر، اجازت) کے بعد "فیصلہ کمیٹی" کے ذریعے فریقین کے مسائل حل کئے جاتے ہیں۔ فیصلہ کے بعد مکمل کاروائی حضرت پیر صاحب کو پیش کی جاتی ہے، اور توثیق کے بعد اعلان کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی پیچیدہ مسئلہ ہو تو اس کا حکم یعنی اعلان حضرت پیر صاحب خود جاری کرتے ہیں تاکہ فریقین میں کسی قسم کی رنجش باقی نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت پیر صاحب کی جماعت کے افراد کورٹ کچہری اور تھانہ کے طویل اور مالی و جسمانی طور پر تھکا دینے والے چکروں سے بچ جاتے ہیں۔
اس کمیٹی کے فیصلہ کو قبول نہ کرنے والوں کو شرعی سزادی جاتی ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:
پہلے مرحلے میں ان کو ہاتھ بند یعنے قطع تعلّقی کی سزادی جاتی ہے ان کی کسی بھی خوشی چاہے غمی میں شریک نہیں ہوتے، "Social Boycott" (یہ نظام غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والے

صحابہ کرام سے کئے گئے سماجی مقاطعہ سے ماخوذ ہے جو خود حضور نبی پاک ﷺ کا جاری کردہ ہے)۔
اگر اس سزا کے بعد فیصلہ مان لیا تو پھر پیر صاحب کے حکم کے بعد ان سے تعلق بحال کیا جاتا ہے اگر اس سزا سے بھی نہیں سمجھا تو دوسرے مرحلے میں (یعنی سزا کو بڑھایا جاتا ہے جس کو در بند کہا جاتا ہے) سزا دی جاتی ہے، یعنے اس کا خانقاہ عالیہ پر آنا جانا ممنوع ہو جاتا ہے، اگر پھر بھی باز نہیں آیا تو تیسرے مرحلے میں ڈالا جاتا ہے یعنے اس کو اپنی جماعت سے ہی خارج کیا جاتا ہے۔

سالانہ اجتماعات

اس خانقاہ کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ خانقاہ پر اپنے سلسلہ کے مشائخ کے ایام یا اعراس نہیں ہوتے، اس کے بر عکس یہاں بڑے اجتماع منعقد ہوتے ہیں جن میں میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ۱۲ ربیع الاول، جبکہ معراج النبی ۲۷ رجب المرجب، شب برات ۱۵ شعبان المعظم، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ پر بھی عظیم الشان اجتماعات کا انعقاد ہوتا ہے۔ جن میں مختلف علمائے کرام کو مدعو کیا جاتا ہے، جو وعظ و نصیحت کے ذریعے جماعت کے لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ معراج النبی ﷺ کے موقع پر عظیم الشان تقریبات ہوتی ہیں، ۲۷ رجب کی رات اور صبح کو جامعہ راشدیہ اور ملحق ذیلی برانچز سے فارغ التحصیل علمائے کرام، قراء حضرات اور حفاظ عظام کی دستاربندی کی عظیم الشان محفل کا انعقاد ہوتا ہے جس میں فاضلین اور حفاظِ کرام کو سندوں سے نوازا جاتا ہے۔ اس محفل کے آخر میں حضرت پیر صاحب فارغ التحصیل طلباء کو زیارت کرواتے ہیں اور جامعہ راشدیہ کے سرپرست کی حیثیت سے انہیں الوداعی (farewell) اور ناصحانہ خطاب بھی کرتے ہیں۔

عوامی فلاح اور رفاہ؛

اس خانقاہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں ہر کام نیک نیتی، رضائے خداوندی کے لئے کیا جاتا ہے، اس لئے کسی تشہیر یا نمائش کی قطعی اجازت نہیں ہوتی۔ پیر صاحب سال میں کتنے ہی حضرات کو حج و عمرہ پر بھیجتے ہیں، ان کے نام اور تعداد عام کرنے کی اجازت نہیں۔ سینکڑون حاجتمندوں کی مالی امداد کے ساتھ تعلیمی اخراجات، شادی بیاہ اور دیگر اہم مواقع پر نہایت ہی خاموشی سے امداد

کر دی جاتی ہے۔

خانقاہ پر دن رات " لنگرِ عام " کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ جبکہ علاوہ ازیں پیر صاحب کے ذاتی باورچی خانہ سے شہر کے کئی خاندانوں کو کھانا مہیا کیا جاتا ہے، یہ غریب گھرانے باقاعدہ اپنے اہل عیال کی تفصیلات مہیا کر کے رجسٹری کرواتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے تمام رجسٹرڈ فیمیلیز کے لئے " لنگرِ خاص " سے روزانہ کی بنیاد پر لنگر وصول کرتے ہیں۔

زکواۃ اور مالی امداد کے لئے بھی باقاعدہ غریب افراد کی فہرست مرتب کی گئی ہے، ان مستحق افراد کو خاموشی سے سب کچھ دیا جاتا ہے، اور مستحق خاندانوں کو باقاعدہ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے تاکہ ان افراد اور خاندانوں کی عزتِ نفس مجروح نہ ہوسکے اور ریا اور تشہیر جیسی بیماری سے بھی دور رہا جائے۔

خانقاہ کے متصل ہی ایک ہومیوپیتھی خیراتی ہسپتال قائم ہے جس میں باقائدہ ڈاکٹر ڈیوٹی کرتے ہیں چیک اپ اور دوائیاں بلکل مفت دی جاتی ہیں ۔

دور دراز سے آنے والے مریدیں، معتقدیں کے رہائش کے لئے ایک بہت بڑا اور عالیشان رہائش گاہ (جماعت خانہ) بنا ہوا ہے جس میں گرمی کے حساب سے پینے کا صاف ٹھنڈا پانی اور ایئر کولرز آرام کرنے کہ لئے خاص پیر صاحب کی ہدایت پر لگائے گئے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ عقیدت واحترام کی وجہ سے اپنی گاڑیاں میسر ہونے کہ باوجود پیدل سفر کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جن کو (گھر سے خانقاہ تک) کئی دن لگ جاتے ہیں جن کہ لئے یے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں اور لنگر بھی ان کو اپنی ہی نشستوں پر پہنچایا جاتا ہے۔

خاندان راشدیہ اور پیران پگارہ کا تعارف

اس خاندان کا جد اعلی سید علی مکی شاہ رحمہ اللہ پانچ صدی ہجری میں عرب سے ہندوستان آئے۔اس دور میں سندھ کی ایک ریاست کا والی راجا دلوراء تھا جس کا مذھبی رجحان ہندو دھرم سے تھا، جو نہایت ظالم اور بد کردار شخص تھا، جو بھی اس کی غلیظ عادات پر اعتراض بھی کرتا تو اسی وقت قتل کیا جاتا جس وجہ سے لوگ بہت ڈرے ہوئے تھے ، اس کے علاوہ راجا دلوراء مذہب اسلام کے بہت مخالف تھے اور مسلمانوں کا جانی دشمن بن گیا تھا جو بھی اس کو مل جاتا تو بہت تشدد کرتا اور مال ملکیت لوٹ لیتا تھا۔

اس کے جبر و ظلم کی داستاں جب عباسی دور کے خلیفہ وقت (معتمد باللہ) کو پہنچی تو بہت افسوس کیا اور اس کے مقابلے میں ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار سید علی مکی ہاشمی کو مقرر کرکے ہندوستان کی طرف بھیجا۔

جب لشکر اسلام ہندوستان کی سرحدوں کو پہنچا تو سپہ سالار سید علی مکی شاہ نے راجا دلوراء سے مطالبہ کیاکے اپنے ظلم وجبر اور بد کرداری اور اسلام و مسلمانوں پر تشدد کرنے سے باز آجائے، تب راجا دلوراء اپنے بھائی چھٹہ بن آمر کی نصیحت پر تائب ہوا۔

مختصر یہ کہ سپہ سالار سید علی مکی شاہ نے ریاست میں اسلامی عدل وانصاف کا نظام قائم کیا جس وجہ سے لوگوں نے سکون محسوس کیا اور آہستہ آہستہ وہاں کے لوگ اسلام کی نعمت سے آشنا ہوتے گئے۔

راجا دلوراء کے خاندان کے بقیہ لوگ بھی اسلام قبول کرتے گئے اور سید علی مکی شاہ نے راجا کی بیٹی سے برضا اسلام لانے کے بعد نکاح کیا اور سندھ کے مشہور شہر سہیون شریف (سیوستان) کے نزدیک لکی مقام پر چشمہ ہارون کے قریب رہائش اختیار کی وہاں پر کافی قبیلوں نے جن میں سوڈھا، اور راجپوتوں کے مکمل قبائل آپ کا عدل وانصاف رشد وہدایت دیکھ کر زیور اسلام سے آشنا ہوتے گئے۔

سید علی مکیؒ خلیفہ معتمد باللہ کے فوجی جرنیل میں سے ایک تھے، لیکن حضرت امام حسن عسکری کی شھادت کے بعد آپنے اس عھدے کو خیر باد کہااور اپنی اولاد جو سندھ میں ہوئی تھی سندھ میں ہی چھوڑ کر اپنے وطن عرب چلے گئے اور اپنی آخری زندگی روضئہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری۔

آپ کی اولاد میں سے بہت برگزیدہ سید محمد شاہ المعروف شاہ صدرؒ جو اللہ کا کامل ولی اور برگزیدہ بندہ تھا جن سے ملاقات وصحبت کے لئے خواجہ عثمان ھارونیؒ، ہند سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر سے [1]، حضرت خواجا فرید الدین گنج شکرؒ[2] اور مروند ایران سے حضرت سید عثمان مروندی (لعل شہباز قلندرؒ) 13)،اور بخاریٰ سے سید جلال الدیں سرخ پوش بخاریؒ[3] اور دیگر بہت سے بزرگ آئے تھے۔ جن کا ذکر مختلف کتب میں ملتا ہے

"انیس الارواح"جو خواجا عثمان ھارونیؒ کی ملفوظات ہے جس کا جامع خواجا معین الدین چشتیؒ ہے، خواجا عثمانؒ فرماتے ہیں کے میں نے ایک دفعہ سیوستان (سیھون) کی طرف سفر اختیار کیا سیوستان میں ایک غار کے اندر ایک کامل درویش کو پایا، جو (شیخ سیوستانی) سے مشھور تھا، میں ان کے پاس سر جھکا کر حاضر ہوا تو انھوں نے سر اوپر کرنے کو کہااور نصیحت کی کے آج تک (تقریبا70 سال) کا عرصہ گذر گیا سوائے خدا کی یاد کے اور کسی چیز میں مشغول نہیں ہوا، اگر آپ بھی خدا سے محبت کا دعوی کرتے ہو تو اور کسی بھی چیز میں مشغول نہ ہو[4]۔

****

(1) خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح کا بھی سیوستاں کی طرف سفر کرنا اور شیخ سیوستانی سے ملاقات ثابت ہے، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر، سید شاہ محمد شاہ لکیاری، صفحہ 97۔

(2) راحت القلوب سے حضرت فرید الدیں گنج شکر کا سیوستاں کی جانب حصول تعلیم کے لئے سفر کرنا ثابت ہے،، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر، سید شاہ محمد شاہ لکیاری اکیسواں گدی نشیں خانقاہ شاہ صدر

(3) یہ بزرگ بخاری سے بخر تشریف لے آئے اور خرقہ خلافت بھاؤالدین زکریا ملتانی سے حاصل کیا، ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر، سید شاہ محمد شاہ لکیاری اکیسواں گدی نشیں خانقاہ شاہ صدر، 97۔ (صراط الطالبین صفحہ 30)

4(سندھ جا پاگارا پیر، صفحہ 28۔29)

اسی طرح "اسرار الاولیاء" جو حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی ملفوظات ہے جس کا جامع (خواجہ بدر اسحاق رح) ہے، خواجہ فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں ایک مرتبہ سیوستان کی طرف سفر ہوا اور ساتھ میں اور بھی کافی بزرگ تھے، سیوستان شہر کے باہر ایک غار میں ایک درویش صفت انسان اللہ پاک کی یاد میں مشغول تھا (خواجہ فرید الدین گنج شکر کئی دن صحبت میں رہے ہیں) جب میں ان کے پاس پہنچا تب تلاوت میں مشغول پایا، جب تلاوت ختم کی تب فرمایا اے دوستو میں 20 سال سفر کرتا رہا اور ایک جھنگل میں درویش صفت انسان کو ایک غار کے اندر پایا جو یاد الاہی میں مشغول تھا جس کو اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے رزق میسر ہوتا تھا جس نے کہا دیکھو اللہ پاک کیسے ہر جگہ رزق میسر کرتا ہے، یہ بات جب میں نے سنی تب سے آ کر اللہ کی یاد میں اس غار میں مقیم ہوا ہون، اور 30 سال بیت چکے ہیں جو عالم غیب سے مجھے رزق ملتا رہتا[5] ہے،

اوراقِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے جب حضرت عثمان مروندی (لال شھباز قلندرؒ) سِندھو دریا کے سفر کے دوران اپنے سفینے میں شاہ صدر (سیہون کے قریب) سے گذر رہے تھے تو شاہ صدرؒ نے اپنے کرامت اور تصرف سے قلندر شہباز کی کشتی کو روک دیا، قلندر شہباز اپنا سفینہ رُکا دیکھ کر اترا اور شاہ صدرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہ صدرؒ نے بڑی خاطر خواہی کی اس بہانے دونوں اللہ کے ولیوں میں ملاقات ہو پائی، حضرت شاہ صدرؒ قلندر شہباز سے عمر میں بڑے تھے جس وجہ سے شہباز قلندر بہت نیاز مندی سے پیش آئے، تب شاہ صدرؒ نے قلندر شہاز سے مخاطب کرکے فرمایا آپ سندھ میں ہی اقامۃ اختیار کریں جس پر قلندر شہباز نے جوابا دودھ کا بھرا ہوا ایک پِیالہ پیش کیا جس کا مطلب تھا پوری سندھ اولیاء، بزرگانِ دین سے بھری ہوئی ہے میری ضرورت نہیں ہے، جس پر شاہ صدرؒ نے ایک گلاب کا پھول اٹھایا اور اس دودھ کے پیالے میں ڈالا اور فرمایا چاہے کیوں نہ سندھ اولیاء سے سیراب ہو پھر بھی آپ ان سب میں اس پھول کی طرح نمایاں ہونگے، اس لئے بہتر یے ہے کہ آپ مستقل سندھ میں ہی رہائش اختیار فرمائیں، جس پر قلندر شہباز نے فرمایا "شاہ

****

5 (سندھ جا پاگارا پیر، صفحہ 29)

صدر نیک نظراست "[6]۔

تاریخ مظہر شاھجھانی والے لعل شہباز قلندرؒ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ (آخر کار ہندستان میں آیا جہاں پر خواجہ فرید الدین گنج شکراور شیخ الاسلام بھاؤالدین زکریہ رحمھما اللہ کی ملاقات کے علاوہ شیخ صدرالدینؒ کی بھی صحبت اختیار کی بعد میں سیہون کو آباد کیا۔[7]

(دلیل العارفین) " جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ملفوظات ہے اور اس کا جامع خواجہ قطب الدین کاکیؒ ہیں "میں ذکر ہے کہ خواجہ صاحب نے فرمایا ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ھارونیؒ[8] کے ساتھ سیوستان کے سفر میں تھا، ایک جھوپڑی میں شیخ صدرالدین محمد احمد سیوستانی کو پایا جو یادالاہی میں بے حد مشغول تھااور ایک عمر رسیدہ شخص تھا، [9]۔مزید خواجہ صاحب فرماتے ہیں کے میں اس درویش صفت انسان کی صحبت میں رہاجو بھی شخص ان کی خدمت میں آیااس کو خالی نہ بھیجا عالم غیب میں سے کچھ نہ کچھ عنایت کرتے تھے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مزید بیان کرتے ہیں شاہ صدرؒ عام طور پر ایمان کی سلامتی کی دعاکے واسطے کہتے تھے اور فرماتے تھے اگر میں اپناایمان قبر میں سلامت لے گیاتو گویا میں نے بڑاکام کیا، مطلب یہ کہ جب وہ بزرگ موت اور قبر کااحوال سنتے تھے تو درخت کی مانند کانپتے اور آپ کی آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا تھااور آسمان کی جانب منہ کرکے روتے تھے، حضرت اجمیریؒ جنہوں نے شاہ صدرؒ کے تصرف اور اثر روحانی کو بیان کرتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ آپکہ آپدیدہ ہونے کے سبب ہم پر گریہ طاری ہو جاتا تھا رونے کے بعد لوگوں کو فرماتے اے دوستو جس کو مرنا ہے اور ملک الموت جیسا حریف ان کے پیچھے ہو اور قیامت کے دن اس کو بارگاہ پرورد گار حاضر ہونا ہو اس آدمی کو نیند اور آرام ہسنے اور خوش ہونے سے کیا واسطہ ؟، جب آپ کو اہل ممات کے حال کی (جو کہ کیڑے مکوڑوں کے بیچ میں

****

6(مکتوبات شریف، نذر حسین صفحہ 30)

7(مکتوبات شریف، نذر حسین صفحہ 30)

8

9(سندھ جا پاگاراپیر، صفحہ 29)

اور مَٹی کے قید خانہ میں ہے)، ذرہ برابر بھی اگر پتا چل جاتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہورہا ہے تو کھڑے ہی کھڑے نمک کی مانند گل کر پانی بن جاتے۔[10]

المختصر شاہ صدر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے سید خدابخش عرف (کَھٹن) شاہ بھی ایک کامل ولی ہو گذرے ہیں جن کے متعلق آتا ہے کے اپنے اصلی مسکن لکی شاہ صدر (لک علوی) سے ہجرت کرکے گوٹھ رسول پور چھوٹی سائڈی ضلع خیرپور میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوا[11]، جن کی بزرگی اور حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبولیت کا ثبوت اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ ملتان کے سجادہ نشیں آپ کے علاقے میں آئے سید خدابخش شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بھی ملتان کے سجادہ نشیں سے ملاقات کے لئے اس محفل میں حاضر ہوئے مخدوم صاحب چارپائی پر تشریف فرما تھے [12] لیکن مخدوم صاحب سید صاحب کو نہیں جانتے تھے جس وجہ سے سید صاحب کی طرف خاص توجہ نہ کی دن گذارا اور رات بھی ذکر واذکار کے سلسلے کو عام کرنے کے غرض سے اپنے مریدیں میں ہی گذارنے کا ارادہ فرمایا اسی شب مخدوم صاحب کو خواب کے زریعے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ علیہ الصلاوۃ والسلام نے مخدوم صاحب ملتانی کو محسوس کرایا کے آپنے میری آلِ میں سے سید خدابخش کا خیال نہیں رکھا)، مخدوم صاحب جیسے بیدار ہوئے تو سید خدابخش عرف (کھٹن) شاہ کے بارے میں معلوم کیا اور اس کے گائوں (رسول پور) میں تشریف لائے، سید صاحب کو چارپائی پر بیٹھا دیکھ کر آپ زمین پر بیٹھ کر سید صاحب کو آپ علیہ صلوٰاۃ والسلام کی خواب میں تشریف آوری اور ناراضگی کی حقیقت بتا کر معافی طلب کی اور راضی کیا[13]، اس واقعے کے بعد پورے علاقے میں سید خدابخش شاہ صاحب کو

****

10 (دلیل العارفین، فارسی ملفوظات معین الدین، جامع خواجا قطب الدین بختیار کاکی صفحہ 16) اور مکتوبات شریف، نذر حسین صفحہ 28-29،)

11 (صراط الطالین صفحہ 30)

12 (صراط الطالبین صفحہ 31)

13 (صراط الطالبین صفحہ 31)

مزید شہریت حاصل ہوئی،[14] پیر سید خدابخش عرف (کھٹن) شاہ کی پانچویں پیڑھی میں راشدی خاندان کے مورث اعلی حضرت پیر سید محمد راشدالمعروف روضی دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد پیر سید محمد بقا شاہؒ پیدا ہوئے[15] ۔ حضرت پیر سید محمد بقا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عارف باللہ جناب حضرت پیر سید محمد راشد المعروف روضی دھنی رحمۃ اللہ علیہ 1171 ھ میں تولد ہوئے اور یکم شعبان المعظم 1234ھ جمعۃ کے اپنے مالک حقیقی سے جاملے[16]۔

****

14 (مکتوبات شریف، محقق نذر حسین، صفحہ 32، صراط الطالبین صفحہ 30)

15 (مکتوبات شریف، محقق ڈاکٹر نذر حسین صفحہ 32)

16 (ملفوظات شریف)

حضرت پیر سید محمد بقاشاہ شہید (پٹ دھنی) قدس سرہ

(1135ھ-1198ھ)

قدوۃ العارفین، سر تاج السالکین پیر سید محمد بقاشاہ شہید بن سید امام شاہ الملقب پیر سید (پٹ دھنی) قدس سرہ سنہ 1135 ہجری میں تولد ہوئے۔آپ کی ولادت با سعادت گاؤں رسول پور عرف چھوٹی سائڈی میں ہوئی، وہ گاؤں ابل نہر کے مغربی سمت ضلع خیر پور میرس میں واقع ہے۔

نام ونسب: 1۔ حضرت پیر سید محمد بقاشاہ بن 2- پیر سید محمد امام شاہ بن 3- حضرت پیر سید فتح محمد شاہ بن 4- حضرت پیر سید شکر اللہ شاہ بن 5- حضرت پیر کھٹن شاہ بن 6- حضرت پیر سید سنجر شاہ بن 7- حضرت پیر بولن شاہ بن 8- حضرت پیر سید حسین شاہ بن 9- حضرت پیر سید میر علی شاہ بن 10- حضرت پیر ناصر الدین شاہ بن 11-حضرت پیر عباس شاہ بن 12- حضرت پیر سید فضل اللہ شاہ بن 13- حضرت پیر شہاب الدین شاہ بن 14- حضرت پیر بہاء الدین شاہ بن 15- حضرت پیر سید محمود شاہ بن 16- حضرت پیر سید محمد شاہ بن 17- حضرت پیر سید حسین شاہ بن 18- حضرت پیر چھکن شاہ بن 19- حضرت پیر سید علی مکی لکیاری بن 20- حضرت پیر سید عباس شاہ بن 21- حضرت پیر سید زید شاہ بن 22- حضرت پیر سید اسد اللہ شاہ بن 23- حضرت پیر سید عمر شاہ بن 24- حضرت پیر سید حمزہ شاہ بن 25- حضرت پیر سید ہارون شاہ بن 26- حضرت پیر سید عبداللہ شاہ بن 27- حضرت پیر سید حسین شاہ بن 28- حضرت امام علی رضا بن 29- حضرت امام موسیٰ کاظم بن 30- حضرت امام جعفر صادق بن 31- حضرت امام محمد باقر بن 32- حضرت امام زین العابدین بن 33- سید الشہداء حضرت امام حسین بن 34- سیدۃ النساء فاطمۃ الزہریٰ بنت 35- حضور سرور کائنات ﷺ۔ () (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)[17]

****

(17)۔ ملفوظات شریف

آپ بارھویں صدی ھجری کے بڑے بزرگ اور شاعر ہو گذرے ہیں۔ سندھ کے مشہور ومعروف شخصیت شاہ عبداللطیف بھٹائی (1165ھ۔1102ھ)اور میاں صاحبڈنہ فاروقی سے بھی ملاقات تھی، آپ نے اپنے ایک خلیفے ملان عبدالکریم افغانی سے سلوک بابت ایک رسالہ فارسی میں تحریر کرایا، جس میں رومی کے اشعار آئے ہیں۔(18)

پروفیسر لطف اللہ بدوی کی تحقیق مطابق حضرت پیر صاحب نے مختلف مقامات پر جا کر تعلیم حاصل کی ہے۔(19)

اساتذہ اور مدارس کی تفصیل مضمر ہونے کے باوجود آپ کی تعلیم بہر صورت ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ حضرت پیر صاحب کا گھرانہ ظاہری خواہ باطنی طرح شرافت، نجابت اور وجاہت کا دھنی ہے، خاندانی عظمت کے باعث مغلوں نے بطور نذرانہ ایک جاگیر پیش کی تھی۔ آپ کے والد گرامی صاحب کمال اور صاحب فیض تھے۔ اسلاف کی پاکیزہ روایات اور اوصاف حضرت پیر سید محمد بقا شہیدؒ میں بدرجہ اتم موجود تھے، بچپن میں ہی دنیا کی دوستی سے نفرت اور راہ خدا کا اشتیاق ورثہ میں ملا تھا۔آپ ہی کی زبانی ایک روایت مجمع الفیوضات (ملفوظات حضرت روزہ دھنی) میں خلیفہ محمود نظامانی نے رقم کی ہے، جس سے بچپن میں ہی آپ کی پاکیزہ زندگی کا عکس سامنے آتا ہے۔

بیان فرماتے ہیں کہ: ابتدا میں عادت تھی کی پانچ وقت نماز، شب خیزی، تہجد، نوافل اشراق اور درود شریف میں پوری طرح مشغول ہوتے تھے، فجر کی سنت، فرض تک درود پاک پڑھنا، وہیں اشراق کے نوافل ادا کرکے مسجد سے باہر نکلتے تھے، اور عرض کرتے تھے کہ خدایا! تیرا شکر کہ تو نے مجھے عبادت کی توفیق بخشی ہے۔ دروازہ پر ایک مجذوب سر و پا برہنہ، انگیٹھی جلا کر شب و روز بیٹھا ہوتا تھا، مجھے دیکھ کر کہتا: "بابا! ہنوز دلی دوراست۔" مجذوب کے اس "طنز" پر تب

****

(18)۔ سندھ میں مثنوی رومی جو ابھیاس، حافظ محمد یوسف بھمبھرو سکندری، کلاچی تحقیقی جرنل، جون 2017، صفحہ 116۔

(19)۔ تذکرہ لطفی ج1ص283

حیرت ہوتی تھی، مگر جب طلب الٰہی میں قدم رکھا تو معلوم ہوا کہ بیشک مجذوب سچ کہتا تھا، عشق خداوندی کے علاوہ سب کچھ فضول ہے۔

یہ طلب اور تڑپ آپ کو وقت کے غوث پیر عارف باللہ سید عبدالقادر حسنی رضی اللہ عنہ کے پاس (کوٹ سدھانہ ضلع جھنگ، پنجاب) لے آئی۔ بظاہر اس کا وسیلہ حضرت مخدوم محمد اسماعیل پریالوی علیہ الرحمۃ بنے جو کہ سید محمد بقا شاہ کے سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے، حضرت پیر صاحب مخدوم صاحب کی صحبت میں آتے تھے، ایک مرتبہ مخدوم صاحب نے فرمایا شاہ صاحب آپ کی امانت جو ہمارے پاس تھی ہم نے وہ دے دی باقی فیض کا بڑا حصہ ایک کامل پیر سے مقدر ہے جس کے ہاتھوں پکی ہوئی مچھلی زندہ ہوگی۔ مخدوم صاحب کے اس اشارے پہ پیر سید محمد بقاشاہ شہیدؒ کے اشتیاق میں اور اضافہ ہوا، "جویندہ یابندہ" موجب ایک مرتبہ حضرت پیر صاحب روہڑی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارکہ کی زیارت کے لئے گئے اتفاق سے حضرت پیر سید عبدالقادر گیلانی آخریں موئے مبارک کی زیارت کے لئے آئے تھے حضرت پیر سید محمد بقاشاہ گھر سے مچھلی پکواکے ساتھ لے گئے تھے زیارت کے بعد سید عبدالقادر کو کھانے کی دعوت دی، بزرگ صاحب نے دعوت قبول کی، ہاتھ دھو کر پانی کی چھینٹیں مچھلی پر پھینکی تو پکی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئ۔ بس طالب کو مطلوب اور مرشد کو صادق مرید مل گیا۔[20]

اسی طرح حضرت محمد بقاشاہ سلسلہ قادریہ میں وقت کے ایک کامل غوث کے دست بیعت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت پیر صاحب اپنے مرشد کی خدمت اور نظرداری میں راہ طلب میں مشغول رہے۔ استاذالعلماء مولانا محمد صالح مہر کے روایت موجب آپ نے اپنے پیر کامل کی دربار پر کافی عرصہ ایک 'گاہی' بن کر خدمت کی۔ کمال یہ ہے کہ حصول فیض کے لئے اپنا علم وفضل نظر میں ہی نہ رکھا۔

ایک مرتبہ حضرت سید عبدالقادر گیلانی کا صاحبزادہ ایک مشکل تحریر (جو ان کے استاد محترم سے حل نہ ہوسکی تھی) حل کروانے کے لئے لے کر آرہا تھا، راستہ میں حضرت پیر صاحب

****

(20) یہ روایت استاذالعلماء مولانا محمد صالح مہر کی ہے۔

سے ملے، صاحبزادہ سے پوچھا: جناب کے ہاتھ میں کونسا کاغذ ہے؟
صاحبزادہ نے فرمایا: " فقیر صاحب! ایک تحریری سوال ہے جو استاد سے حل نہیں ہو سکا، ابا جان کے طرف جواب معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے۔
اس پر حضرت پیر صاحب نے عرض کیا: یہ کاغذ ایک رات کے لئے مجھے عنایت فرمائیں۔
بہت اصرار کے بعد صاحبزادہ نے وہ پرچہ آپ کو دے کر محفوظ رکھنے کی تاکید کی۔ وقت کے متبحر عالم حضرت پیر صاحب نے سوکھی گھاس اور لکڑیاں جلا کر رات کو ہی کوئی کتاب دیکھے بغیر تحریر کا جواب لکھ دیا، علی الصباح جب حضرت صاحبزادہ سوال لینے آئے تو لکھی ہوئی فتویٰ دیکھ کر حیرت سے پوچھا: " فقیر صاحب جواب آپ نے لکھا ہے؟" پیر صاحب نے کہا: جی۔ صاحبزادہ نے یہ پوری حقیقت پیر عبدالقادر آخریں والد گرامی کو عرض کی۔ آپ نے صاحبزادہ کے استاد کو بلا کر تحریر دے کر فرمایا: اٹھو، اب عالم صاحب کی زیارت کریں۔
استاذ مولانا محمد صالح مہر کی روایت ہے کہ حضرت سید عبدالقادرؒ کو اپنے "گاہی" مرید کے علم و فضل کے باوجود اس کمال تواضع اور ایثار کا خیال آیا تو قرب و کرم کی ایسی نظر ڈالی کے برسوں کا سفر ساعت میں مکمل کروایا، سبحان اللہ! کیسا مقام عظمت اور جذب و ربط کا گہرا تعلق ہے کہ مرشد مرید کے طرف، مطلوب طالب اور پانی پیاسے کے طرف جائے اور پیاس بجھائے۔ ایسی منزل پر فائز ہونے کے بعد شاید صادق مرید کا فراق کامل مرشد کامل کو گراں لگتا ہے۔ ایک بار بزرگ صاحب (حضرت عبدالقادر آخریں) نے کشمیر کی طرف سفر کا ارادہ کیا، حضرت پیر صاحب (سید محمد بقا شاہ شہید) کو بھی گاؤں چھوڑتے ہوئے بہت عرصہ بیت چکا تھا اس لئے اجازت طلب کی، حضرت غوث الوریٰ نے اجازت تو دی، مگر بادل ناخواستہ (جو شاید بے اختیار محبت کے سبب ہوتی ہے۔) پیر سید محمد بقا شاہؒ کو واپسی پر یہ معلوم کر کے سخت صدمہ پہنچا، آئندہ کے لئے عزم مصمم کر بیٹھے کہ آپ کی رضامندی کے بغیر کبھی بھی غیر حاضری نہیں ہوگی۔
خلیفہ محمودؒ رقم طراز ہے: " محقق حقائق اسرار الٰہی حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ

استعداد سفر کشید فرمودند حضرت میاں صاحب قدس سرہ اجازت وطن خواستند باری بگرانی رخصت داند. مفہوم نمود اختیار سفر بہمراہی جناب ہموار داشتنند تا اجازت فرمودہ اجازت داند".
(21)

ایک مرتبہ پیر سید محمد بقاشاہؒ کو گاؤں جانے کی اجازت ملی تو حضرت پیر سید عبدالقادر آخریں نے فرمایا کہ روہڑی کے مسواک کی تعریف سنی ہے، واپسی پر وہ لے آنا۔ دوبارہ حاضری کے لئے گئے تو مسواک تب یاد آئے جب کوٹ سدھانہ (جو پیر سید عبدالقادر آخریں کی رہائش کے قریب تھی اور روہڑی سے بہت دور) کے قریب پہنچ چکے تھے، باصفا اور صادق مرید اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کو گویا فرض سمجھ کر الٹے پاؤں لوٹے، سفر مگر کٹھن سفر کو دائمی سکوں کا باعث سمجھ کر مسواک کے لئے روہڑی آئے، مسواک لے کے، حضرت غوث زمان پیر دستگیر سید عبدالقادرؒ کی حضور میں حاضر ہوئے۔ صادق طالب کی اخلاص بھری ادا، روشن ضمیر پیر سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے، حضرت اس وقت بے اختیار اور بیحد راضی ہوئے اور فرمایا آپ نے ہماری خاطر ایسا کٹھن سفر کیا ہے کہ آج کے بعد آپ خواہ آپ کی اولاد کو ہمارے پاس آنے کی تکلیف معاف ہے، اب ہم اور ہماری اولاد آپ کے پاس آئیں گے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے ۔[22] ، رضامندی پر قدوۃ العارفین، اپنے باصفا سالکین کو کیا انعامات دیتے ہیں، یہ بات نہ پوچھنے کی ہے نہ بتانے کی۔ بلکہ مشاہدہ اور ذوق سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔

دریائے فیض جوش میں آیا، صادق طالب کی دائمی سیرابی کا وقت آگیا، غوث زمان حضرت سید عبدالقادرؒ نے پیر سید محمد بقاشاہ شہید قدس سرہ کے طرف متوجہ ہوکے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نے ہمارے جد امجد محبوب سبحانی کے گردن پر قدم رکھ کر امتیازی انعام سے نوازا، پشت در پشت وہ قدم مبارک مجھ پر بھی آیا، ہم بھی متابعت (فیض اور برکت بخشی) خاطر وہ قدم رکھتے

****

(21) قلمی ملفوظات اختصار ص 19_43

(22) صراط الطالبین صفحہ 31

ہیں، مگر اب تک وہ قدم کسی مرید پر نہیں رکھا ہے، ہماری خواہش ہے وہ قدم تمہاری گردن پر رکھوں، چنانچہ حضرت پیر سید محمد بقا شاہ شہیدؒ کے گردن پر وہ قدم مبارک رکھا گیا، ساتھ ہی سورت 'یاسین' کی زکواۃ کی بھی اجازت دی (یاسین کا وظیفہ قادری گنج کا بہترین تحفہ اور خزینہ ہے) اسم عزیز کی اجازت ملی (جو طاقتور ہتھیار ہے) اور رخصت دی۔[23]

حضرت استاد مولانا محمد صالح مہر فرماتے تھے کہ پیر سید محمد بقاشاہؒ، نے کسی موقع پر اپنے مرشد کو مقام شہادت کے حصول کے لئے دعا کی درخواست کی، بزرگ نے فرمایا: شاہ صاحب! یہ مقام میں نے فقط اپنے لئے رکھا تھا، مگر تمہاری درخواست پر تمہیں بھی یہ مقام لیکر دیتے ہیں۔ بزرگ صاحب حضرت سید عبدالقادر آخریں نے آخری صحبت میں رخصت کرنے سے قبل، مخدوم محمد اسماعیل پریالوی قدس سرہ کی صحبت کیلیے تاکید فرمائی کہ مخدوم صاحب کی صحبت ایک غنیمت ہے۔[24]

پیر سید محمد بقا شاہ نے حکم کی تعمیل خوب کی۔ نقشبندی سلسلہ کے لئے مخدوم محمد اسماعیل پریالوی علیہ الرحمۃ کی خدمت اور صحبت کو اپنے آپ پر لازم کردیا، طالب راہ سلوک میں مرشد کی ملکیت ہوتا ہے، اشارہ پر لبیک کرنے میں تاخیر نہیں کرتا، ایک مرتبہ مخدوم محمد اسماعیل پریالوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "شاہ صاحب زمیں کا تپہ بھی ایک قسم کا تپ (بخار) ہے"[25]

ان الفاظ میں حضرت مخدوم صاحب محمد اسماعیل پریالوی رح نے جاگیرداری سے آزاد رہنے کا اشارہ فرمایا، جو آپ کو اپنے بزرگوں (کو مغلوں کی طرف سے نذرانہ ملی) سے ورثہ میں ملی تھی، آپ نے بلاتاخیر وہ زمیں خیرات کردی، پھر کبھی ایسا خیال بھی نہیں کیا۔ پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ، حضرت مخدوم صاحب محمد اسماعیل پریالوی رح کی دربار پر خالص خدمت، صحبت اور

****

(23) اردو ملفوظات ص343

(24) (فارسی ملفوظات ص430

(25) فارسی ملفوظات ص354

استفاضہ کے لئے حاضر ہوتے تھے، ایک مرتبہ، حضرت پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ نے حاضری سے فارغ ہو کر واپسی کی اجازت طلب کی تو مخدوم صاحب نے فرمایا "شاہ صاحب! اس بار آپ کی آمد، ہمارے لئے نہیں تھی۔"(26)

پیر صاحب سید محمد بقاشاہ کو فکر لاحق ہوئی کہ پتہ نہیں کیا لغزش ہو گئی آپ کے ساتھ آئے ہوئے حاضر خدمت فقیر سے فرمایا اس مرتبہ حضرت مخدوم صاحب نے یہ جملہ کیوں ارشاد فرمایا فقیر نے عرض کی۔ حضور! میں شہر (پریالو) سے سوئی خریدنے گیا تھا اس پر آپ نے فقیر کو سخت تنبیہ کی کہ تمہاری سوئی نے ہماری حاضری کو بیکار بنا دیا۔ درحقیقت حضرت مخدوم محمد اسماعیل رح کو اپنے صادق طالب اور صاحب کو خالص پارس بنانا تھا، اس لئے کسی بھی قسم کی فرو گزاشت کو برداشت کرنا روا نہیں سمجھتے تھے۔ پیر صاحب سید محمد بقاشاہ قدس سرہ کا مقام و مرتبہ مخدوم صاحب کے نزدیک کیا تھا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مخدوم صاحب، کا پیر صاحب سے ملاقات اور توجہ کا معاملہ اوروں سے مختلف تھا، اٹھ کر معانقہ کرنا، خیر و عافیت پوچھنا اور انتہائی مسرت و فرحت سے خوش آمدید کرنا مخدوم صاحب کا معمول رہا۔

ایک مرتبہ مخدوم صاحب پر سکر کی حالت طاری تھی، حضرت سید محمد بقاشاہ نے دست بوسی کی، مخدوم صاحب جب ہوش میں آئے تو فرمایا: شاہ صاحب! ملتے بھی نہیں۔ یہ سب کچھ طالب کی عظمت اور محبت کے سبب تھا۔

حضرت سید محمد بقاشاہ قدس سرہ اور صحبت:

مجمع البحرین حضرت پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ، اپنے کامل مرشد کی صحبت میں رہے۔ ان صحبتوں میں دنیا و دین کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا حصول ہوا۔ جب یکے بعد دیگرے حضرت سید عبدالقادر گیلانی اور حضرت مخدوم صاحب داغ مفارقت دے کر چد نیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو ان کی صحبت کی حسین گھڑیاں جو طلب میں گذریں ایک ایک کر یاد آنے لگتی ہیں " پھول اگر بلبل کو

****

(26) فارسی ملفوظات ص 354

دیکھنے میں نہ آئے تو گلستان ہی ویران لگتا ہے" اس لمحے خدا جانے ، بلبل کے درد کا کیا عالم ہوگا، اس کا اندازہ کوئی زخمی دل ہی کر سکتا ہے۔ اس خوشبو کی حصول واسطے حضرت پیر صاحب سید محمد بقا شاہ قدس سرہ ہر اس مقام پر گئے جہاں نسبت کی خوشبو محسوس ہوئی، جہاں گزشتہ وقت کی لذت محسوس ہوئی۔

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب
بوئے گل را کہ از جویم و از گلاب

اسی مقصد کے خاطر حضرت صوفی صاحبڈنہ فاروقی(27) کی خدمت میں آئے، حضرت سید محمد بقاشاہ قدس سرہ، نے صوفی صاحب ڈنہ سے پوچھا، اگر کوئی سالک خدا تعالیٰ کا راستہ اختیار کرے تو اسے کیا کرنا چاہیے ؟ صوفی صاحب نے جواب دیا ! دل کو حاضر رکھے۔ پیر صاحب نے پوچھا اگر دل موجود نہ ہو تو پھر وہ کیا کرے ؟ اس پر صوفی صاحب نے جواب نہیں دیا۔ وہ گم دل پیر صاحب خود تھے۔ مرشد کے ظاہری فراق نے "بے دل" بنایا تھا۔ دل اور اختیار کی دوائی کے لئے درازا میں صوفی صاحب کی صحبت میں آئے۔ پھر وہاں سے اجازت لیکر کوٹری کبیر میں آئے، وہاں پر ایک کاملہ خاتون مگر مجذوبہ تھی۔ اس مجذوبہ نے آپ کی طرف منہ کیا اور پتھر مارتے ہوئے سندھی زباں میں کہا کہ :

"پهاج! رج پيتو اٿئي ، اجان ٿي اتي ڪٽڙي ڇندين."(28)

یعنی ای سوکن ! اتنا پی کر سیر ہوئی ہے ابھی اور مانگ رہی ہے۔

مجذوبہ خاتون گویا پیر صاحب کو کہہ رہی تھی کہ " فیض کے دو دریائوں سے سیر ہو کر پینے کے بعد کہیں اور جانے کی کیا ضرورت ہے ؟ سید محمد بقاشاہ نے فرمایا مجذوبہ کے یہ الفاظ سنتے ہی دل کو سکون مل گیا اس کے بعد کسی بھی شیخ کی صحبت یا ادھر اُدھر جانے کا خیال دل سے ختم ہوگیا باقی

****

(27) جو کہ حضرت سچل سرمست درازہ والے کہ دادا تھے۔

(28) مترجم ملفوظات1/ 170

زندگی سیر و سیاحت اور صحبت کے بجا گھر میں بیٹھ کر خلق خدا کو فیض تقسیم کرنے میں لگے رہے۔

مرشد مربی کی حیثیت میں:

حضرت پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ نے جس طریقہ سے فیض کے موتی چنے، وہ طریقہ، خدمت، صحبت، سنت پاک کی پابندی، تواضع، خود فنائی، ادب اور انکساری۔ اسی طریق پر فیض بانٹا۔ آپ کے فیض یافتہ مریدوں میں صاحبزادگان بھی شامل تھے۔ آپ نے اپنے پیر بھائی مخدوم عبدالرحمان کے مشورہ پر صاحبزادگان کو دوران تعلیم ہی نقشبندی اور قادری سلسلہ میں ارشاد و تلقین اور توجہ سے سرفراز کیا۔

حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی قدس سرہ کی زبانی، توجہ کا تفصیل اس طرح ہے: میں اور برادر سید مرتضیٰ علی شاہ، کوٹری کبیر میں حضرت استاد مخدوم میاں یار محمد کے پاس زیر تعلیم تھے، کہ والد گرامی پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ تشریف لے آئے۔ اور فرمایا کہ بابا! آج مخدوم عبدالرحمان سے ملاقات کے لئے آیا تھا، ان کے مشورہ بس سلسلہ میں ذکر جھری میں مشغول ہونے سے بال بال ذکر کرنے لگا۔[29]

پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ نے امانت کی اہل تک رسائی میں مکمل توجہ اور سعی سے کام لیا۔ ذکر میں مشغول کرنے کے بعد، اس کی خبر گیری اور کیفیت پر اطمینان وغیرہ سب اس حقیقت کا تسلسل سمجھنا چاہیے۔

حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی قدس سرہ کا ہی بیان ہے کہ کوٹڑی کبیر میں طالبعلمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت سید محمد بقاشاہ قدس سرہ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: بابا! ہماری دل کا میلان سب سے زیادہ تمہاری طرف ہے، پھر (سلسلہ قادریہ موجب) میرے کاندھے پر قدم رکھا۔

حضرت پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ سے ایک بڑی جماعت فیض یافتہ ہوئی۔ حضرت خلیفہ

****

(29) (فارسی ملفوظات ص 291)

الہر کھیہ ، جیسے صاحب کرامت اور باکمال بھی ان کے مرید تھے۔ مجمع الفیوضات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے حضرت مخدوم محمد اسماعیل قدس سرہ العزیز اور دیگر مشائخ کی بشارات کی وجہ حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی قدس سرہ کی ظاہری و باطنی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیا اور مشائخ کی بشارات کے مطابق ارشاد و تلقین کی مجمع الفیوضات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر سید محمد بقا شاہ شہید قدس سرہ نے پیر سید محمد راشد روزہ دھنی قدس سرہ کو ارشاد و تلقین کی مسند بھی بتدریج اسی طرف منتقل کی۔ حضرت پیر صاحب سید محمد راشدؒ فرماتے تھے کہ حضرت پیر سید محمد بقا شاہ قدس سرہ کی روش تھی کہ جونہی نماز کے لئے تکبیر ہوتی تو مجھے امامت کے لئے حکم دیتے اور خود پیچھے صف میں امام کے دائیں طرف کھڑے ہوتے لیکن جب کوئی اور آجاتا تو اپنی جگہ اسے دے دیتے اور خود بائیں طرف چلے جاتے اس طرح جگہ دیتے دیتے آپ بائیں طرف صف کی آخر میں چلے جاتے اور فرمایا کرتے کہ جنوب کی طرف سے تمہاری جماعت کا نگہبان میں ہوں اور شمال کی طرف حضرت مخدوم صاحب ہے اور تم امام ہو ان شاء اللہ ہم تمہاری جماعت کو سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک لے جائیں گے۔[30]

دیگر مقام پر حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی قدس سرہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی، اس لئے مجھ سے بے حد خوش اور راضی رہتے تھے۔ دعا دیتے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں کرے گا بلکہ اور تیرے محتاج ہونگے۔[31] حضرت پیر سید محمد بقا شاہ شہید قدس سرہ کی فیاض کا یے عالم تھا کہ خوش ہوتے تو مہینوں اور برسوں کا سفرِ طریقت لمحوں میں طے کرواتے تھے۔

اپنے صادق مرید اور ادیب فرزند پیر سید محمد راشد علیہ الرحمۃ سے بہت خوش تھے کیونکہ صاحبزادہ حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی زیادہ تر آپ کی خدمت اور صحبت میں رہتے اور ہمیشہ

****

(30) اردو ملفوظات ص ۳۳۸

(31) فارسی ملفوظات ص 415

فرمانبردار رہتے ہوئے حصول فیض کی کوشش کرتے تھے۔

مجمع الفیوضات میں حضرت پیر سید صبغۃ اللہ شاہ علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی علیہ الرحمۃ اپنے والد و مرشد حضرت پیر سید محمد بقا شاہ شہید قدس سرہ کے پیچھے اندر حویلی مبارک کی طرف جارہے تھے جب دروازے پر پہنچے تو حضرت والد گرامی نے فرمایا کہ بیٹے: تم یہیں رکو یے فرمانے کے بعد خود اندر چلے گئے، ادب کی خاطر شیخ کا حکم بجالانے کے لئے سردیوں کی ساری رات صرف اس لئے وہاں کھڑے رہے کہ اگر بیٹھے یا واپس چلے گئے یا حویلی میں اندر چلے گئے، بھر صورت نافرمانی ہوگی اس لئے سردی میں ساری رات کھڑے ہو کر گذاری صبح کے وقت جب والد گرامی باہر تشریف لائے تو آپ کو کھڑا ہوا دیکھ کر حال دریافت فرمایا آپنے جواب میں عرض کیا کہ حضرت رات سے آپ کے ادب کی وجہ وجہ سے یہیں کھڑا ہوں کہ کہیں مرشد کے حکم کی نافرمانی نہ ہوجائے حضرت والد گرامی یے سن کر بڑے خوش ہوئے اور آپ کو اپنی آغوش میں لیکر باطنی انعام واکرام مرحمت فرمایا حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کے ذوق وشوق سے فرماتے تھے کہ جو فیض اس کو فقیر اس رات حاصل ہوئی وہ زندگی بھر کے لئے غنیمت ہے بلکہ ایسی فیض عطا نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی۔

قرآن وحدیث کی تعلیم لازم ہے اس لئے مقامات سلوک طئہ کروانے سے قبل ان علوم سے واقفیت ضروری ہے۔ حضرت پیر سید محمد بقا شاہ شہید قدس سرہ نے صاحبزادگان کو ارشاد و تلقین سے قبل قرآن کریم، تفسیر، حدیث شریف، فقہ اور ظاہری علوم کے لئے بہتر سے بہتر اساتذہ کا انتخاب کیا۔ دوران تعلیم نظرداری، نشست برخواست، کھانے پینے میں سادگی اور مسکینی کی رعایت لازم سمجھتے تھے۔آپ فرماتے تھے کہ یہ تعلیم تمہیں قاضی، عالم بنانا یا لوگوں میں نام ونمود خاطر نہیں دی جاتی، بلکہ فقط اس مقصد کے لئے ہے تم سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام سے واقفیت اور اس پر عمل کرنے کی استقامت حاصل ہو۔ کیونکہ دوجہاں کا مقصد حاصل کرنے کا راستہ

فقط یہی ہے۔[32]

اسی طرح بزرگوں کی صحبت کی تاکید اور ظاہر داری سے بچنے کی سختی سے وصیت ہوتی تھی۔ پیر سید محمد راشد روزہ قدس سرہ کا بیان ہے کہ پیر سید محمد بقاشاہ شہید قدس سرہ فرماتے تھے کہ بزرگوں کی صحبت میں رہا کرو اور ان سے دعا حاصل کرتے رہنا۔[33]

پاکیزہ صورت و سیرت:

حضرت پیر سید محمد بقاشاہ شہید قدس سرہ حسنی حسینی، روشن چہرہ، خوبصورت پر جلال آنکھیں، ابھرتا ہوا قد، خاموش مزاج، نور و تجلیات کا مرکز دل کے مالک تھے۔ زباں ذکر میں مشغول، بردباری، سادگی، صبر اور ضبط آپ کا لباس تھا، پرہیزگاری، سنت کی متابعت کی برکت سے سنجیدگی، سکون اور نور کے ساتھ وقار اور جلال کی کیفیت جاری رہتی تھی۔

وصال مبارک:

ولی کامل، عالم با عمل، سندھ میں قادری اور نقشبندی سلاسل کے وسیع پیمانہ پہ ناشر و مبلغ[34] جس نے اپنی پوری زندگی مبارکہ اعلائے کلمتہ الحق اور خلق کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے میں گذاری۔

آپ کی شہادت:

حضرت پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ کتابوں کی گٹھڑی لے کر آرہے تھے راستہ میں کچھ بدبخت لٹیروں نے سمجھا کہ اس گٹھڑی میں کوئی ملکیت ہے اس لئے حملہ کرکے آپ کو سخت زخمی کردیا جب گھٹڑی میں کتابیں دیکھیں اور حضرت صاحب کو پہچانا تو بہت ندامت ہوئی اور معزرت کرنے لگے جس پر حضرت محمد بقاشاہ شہید نے فرمایا میں نے تمہیں معاف کیا لیکن مجھے میرے گھر

****

(32) مترجم ملفوظات 1+203

(33) مترجم ملفوظات 1+173

(34) مقدمہ بذل القوۃ، مخدوم امیر احمد ص 75

لے چلو جب گھر پہنچے تو آپ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا ہم نے انہیں معاف کیا ہے آپ بھی ان سے کسی قسم کا انتقام نہ لینا بلکہ معاف کر دینا کیونکہ ان کی وجہ سے مجھے درد شہادت نصیب ہوا چونکہ خون کافی بہہ چکا تھا جس کے نتیجہ میں 10 محرم الحرام 1198ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔آپ کی مزار اقدس " شیخ طیب " قبرستان (خیر پور میرس) میں مرجع عام و خاص ہے۔[35]

****

(35) سکندری مفتی محمد رحیم ، جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال، جمعیت علمائے سکندریہ ص15-22

حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنیؒ

(۱۱۷۱ھ، ۱۲۳۴ھ -1758ع، 1819ع)

آپ بارہویں اور تیرہویں صدی ھجری کے بڑے عالم، عارف، شاعر اور مصنف ہو گذرے ہیں۔ آپ مثنوی مولانا روم کے سندھی زبان میں شارح اور ترجمان تھے۔[36]

آپ کا نسب؛

حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ)[37] کا نسب عالی 36 سلسلوں سے حضور سید العالمین سرور کائنات ﷺ سے متصل ہے۔

آپ کا خاندان:

آپ کے جملہ بزرگ چرخ ولایت و عرفان کے آفتاب برج ہدایت ایمان کے ماہتاب تھے۔ چنانچہ سید علی مکیؒ جس سے آپ 19 واسطوں سے ملتے ہیں۔ یہ بزرگ عباسی خلیفہ (معتمد باللہ) کے دور میں عراق کے شہر سامرہ سے اہلیان سندھ کو ایک ظالم ہندو راجا دلوراء کے مظالم سے نجات دلانے کی غرض سے پانچویں صدی ہجری کو سندھ میں آئے۔ جس کا تفصیلی ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

عظیم فرزند کی بشارت:

حضرت پیر سید محمد بقا شاہ شہید قدس سرہ کے یہ وہ عظیم فرزند ہیں جن کی بشارات بزرگوں نے دی تھیں اور جس عظیم فرزند کا آپ کو شدت سے انتظار تھا۔

حضرت پیر سید محمد بقا شاہؒ سے ان کے مرشد حضرت سید عبدالقادر گیلانیؒ نے شادی کے

****

(36) ۔ سندھ میں مثنوی رومی جو ابھیاس، حافظ محمد یوسف بھمبھرو سکندری، کلاچی تحقیقی جرنل، جون 2017، صفحہ 116،17

(37) حافظ عبدالقیوم سکندری، مقالہ، الراشد شعبان ۱۴۳۹ھ

بارے میں پوچھاتو آپ نے عرض کی: حضور! اس خوف سے شادی نہیں کرتا کہ مبادااولاد صالح نہ ہو، حضرت صاحب نے فرمایا شاہ صاحب شادی کرو تمہاری اولاد میں سے ایک فرزند بڑا عالم اور مہدی زمان ہوگا، اس کے بعد افضل پھر اکمل اسی طرح سات نسلوں تک اعلیٰ اور اکمل ہوں گے ۔(38)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ سندھ کے معروف بزرگ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (متوفی ۱۱۹۵ھ)، اپنے کچھ فقیروں کے ساتھ گھوٹکی کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں پیر سید محمد بقاشاہؒ سے ملاقی ہوئے، خیر وعافیت کے بعد جب رخصت ہوئے تو پیر صاحب نے ظرافتاً کہا شاہ صاحب! کیوں ان فقیروں کو اپنے ساتھ لائے پھر رہے ہو؟ شاہ صاحب نے فوراً فرمایا۔سید صاحب! میرے ساتھ تو یہ چند مرید ہیں، تمہاری پشت سے ایک ایسا جوان آرہا ہے جس کے پیچھے لاکھوں لوگ دیوانہ بن کے پھریں گے ۔(39)

حضرت پیر سید محمد بقاشاہ شہید علیہ الرحمۃ کو جو بھی بیٹا پیدا ہوتا حضرت مخدوم محمد اسماعیل (پریالوی) قدس سرہ کے پاس دعا طلبی کے لئے لے جاتے تھے حضرت مخدوم صاحب دعائوں سے نوازتے اور فرماتے تھے نیک ہو گا، جب حضرت سید محمد راشد روزہ دھنی رح کی ولادت ہوئی تو حضرت والد گرامی پیر سید محمد بقاشاہ قدس سرہ اپنے نومولود صاحبزادہ کو حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں معمول کے مطابق دعا طلبی کے لئے اپنی خانقاہ سے نکلے ہی تھے کہ وہاں مخدوم صاحب کو روحانی طور معلوم ہوا کہ محمد بقاشہید علیہ الرحمۃ کے گھر اللہ کے کامل ولی کی ولادت ہوئی ہے او مخدوم صاحب خود بھی اس بچے کو دیکھنے اپنے گھر سے نکل کر راستے میں ہی تھے تو دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوگئی، مخدوم صاحب دیکھ کر فرمانے لگے یے ہے وہ عظیم فرزند جس سے دنیا کا بہت حصہ فیضیاب ہو گا۔

****

(38) نظامانی، خلیفہ محمود فقیر، ملفوظات (سندھی مترجم) سکندریہ پبلیکشن پیرجو گوٹھ، جلد دوم ص 423۔

(39) ڈاکٹراین اے بلوچ صاحب، مقالہ شاہ عبداللطیف جی حیاتی جو احوال مہران، سندھی ادبی بورڈ 1990، خالد کریم بخش، گلستان لطیف 1962۔

ولادت:

امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنیؒ ، ششم رمضان المبارک ۱۱۷۱ھ بمطابق 1758ء کو حضرت سید محمد بقاشاہ شہیدؒ کے گھر قریہ رحیم ڈنہ کلہوڑہ خیرپور میرس میں تولد ہوئے، احترام رمضان میں دن کے وقت شیر مادر نہیں پیتے تھے، اس لئے حضرت پیر صاحب روزہ دھنی (صاحب الصوم) کے لقب سے بھی مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت پیر سید محمد بقاشاہؒ کو بزرگوں کی بشارات سے جو عظیم فرزند ملا، اس کی تعلیم وتربیت پر آپ نے خوب توجہ دی۔ ابتدائی تعلیم کے لئے معروف بزرگ حافظ زین الدین مہیسر اور (حضرت پیر صاحب روزہ دھنیؒ کے سُسر) میاں محمد اکرم گھمرہ کو مقرر کیا۔ اس کے بعد حضرت پیر صاحب (روزہ دھنیؒ) اور ان کے برادر محترم سید مرتضیٰ علی شاہ کو شکارپور کے مشہور بزرگ حاجی فقیر اللہ علویؒ (متوفی ۱۱۹۵ھ) (جو مخدوم الخادیم علامہ محمد ہاشم ٹھٹھویؒ کے تلمیذ رشید تھے۔) کے مدرسہ میں داخل کروایا، دوسری مرتبہ جب خیر خیریت کی خبر لینے پیر سید محمد بقا شہید تشریف لائے تو دیکھا کہ صاحبزادگان کو سادات ہونے کی وجہ سے دیگر طلباء پر فوقیت اور امتیازی حیثیت دی جارہی ہے۔ یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی، صاحبزادگان کو فرمایا کہ جہاں تعظیم وتکریم کے ساتھ اچھا کھانا ملے وہاں تحصیل علم مشکل ہے۔ پھر کوٹڑی کبیر میں مخدوم میاں یار محمد کے پاس لے آئے (یہ وہ بزرگ ہے، جس نے حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) کو سنہ ۱۲۱۲ھ میں مسجد کی تعمیر پر ایک تاریخی قطعہ لکھ کر دیا تھا) اسی مدرسہ کی تعلیم دوراں حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) اور ان کے برادر سید مرتضیٰ علی شاہ کو والد گرامی پیر سید محمد بقاشاہؒ نے نقشبندی سلسلہ میں بیعت دی۔ دوسری بار جب آئے تو دیکھا کہ پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) کو نقشبندی سلسلہ میں کوئی

خاص کامیابی نہیں ملی تو آپ نے سلسلہ قادریہ میں بیعت لی[40] جو آپ نے ضلع جھنگ کے کوٹ سدھانہ کے بزرگ سید عبدالقادر آخرین گیلانیؒ سے حاصل کیا تھا کوٹڑی میں جب آپ زیر تعلیم تھے تو آپ نے فرمایا مسافری کی دقت دقت طبیعت پر گِراں گذرنے لگی تو ایک شب ہم نے ایک پائوں پر کھڑے ہو کر پانچ ہزار درود شریف کا نذرانہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا اور نہایت عاجزی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مشقت سفر کی رنجیدگی ہم سے دور ہو اور علوم سے بھی بھرپابی حاصل ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر سے سفر کی تکلیف کا احساس رفع فرمایا اور درود شریف کی برکت سے ایسی باطنی صفائی حاصل ہو گئی کہ ناخواندہ بھی خواندہ کے مثل ہو گیا۔[41] ۔ کوٹڑی کبیر کے بعد حدیث پاک کی تعلیم کے لئے گوٹھ خیر محمد آریجہ (لاڑکانہ) کے مشہور بزرگ عالم مخدوم الکل حضرت مفتی محمد آریجویؒ کے پاس لے آئے، جہاں ظاہری علوم کی تحصیل کی تکمیل ہوئی۔[42] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کمال درجے کی محبت تھی، مجمع الفیوضات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے گذاری حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ہر سنت ادا کی زندگی میں کوئی بھی ایسی سنت نہیں چھوڑی جس پر عمل نہیں کیا یہاں تک کہ خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ لاڑ کے علاقے کاریاں میں سفر پر تشریف فرماں تھے کہ وہاں پر برسات زیادہ برسنے کی وجہ سے اور رہائش پر حفاظت نامکمل ہونے کے باعث چھت ٹپک رہی تھی جس کی وجہ سے ساری زمین کیچڑ ہو گئی جب برسات تھم گئی تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا حضور برسات کی وجہ سے ساری زمین کیچڑ ہو گئی ہے نماز کس طرح ادا ہو گی آپ نے

****

(40) نظامانی، خلیفہ محمود فقیر، ملفوظات (سندھی مترجم) سکندریہ پبلیکشن پیر جو گوٹھ،

(41) مجمع الفیوضات اردو جلد 1، صفحہ 16

(42) مشوری مولانا محمد قاسم، دیباچہ ملفوظات (سندھی مترجم)۔ سکندری مفتی عبدالرحیم، ماہنامہ الراشد روضہ دھنی نمبر شعبان 1434ھ ص 14، لاڑک

فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ایک دفعہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے زمانے میں برسات ہوئی اور زمین کیچڑ کی شکل اختیار کر گئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادا فرمایہ کہیں سے متی نکال کر سجدے والی جگہ ڈالوں تاکہ کیچڑ سے بچاء ہوسکے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج اپنے پروردگار کو ہم اس کیچڑ میں ہی سجدہ کرینگے یے حدیث شریف بیان کرکہ آپ نے فرمایا کہ آج ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنے رب کو کیچڑ میں سجدہ کرینگے، چناچہ باہر نکل کر آپ نے جماعت کے ساتھ کیچڑ میں نماز ادا کی، دورانِ سجدہ آپ کے منہ مبارک دَہن اور داڑھی کیچڑ سے لت پت ہو گئی خلیفہ محمود فقیر علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ جب آخری وقت مین آپ کی طبیعت ناساز ہوئی تھی تب جمعہ رات کے دن دوپہر کے وقت ایک فقیر ہاتھ مبارک کی انگلیوں کے ناخن اتارنے لگا اسی دن شام یعنے جمعہ کی رات کو آپ نے وصال فرمایا تھا اس وقت آپ پر ایسا استغراق اور علالت کی کیفیت تھی ظاہری طور پر دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا اور آنکھیں بھی مکمل آرام میں تھی فقیر نے سب سے پہلے ناخن اتارنے کے لئے خِنصر (ھاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی) پکڑی حالانکہ مسنون ترتیب انگشت شہادت سے شروع ہوتی ہے اس پر آپ نے فورن چھوٹی انگلی پیچھے فرما کر انگشت شہادت آگے بڑھائی پھر خود ہی مسنون طریقے کے مطابق انگلیاں آگے کرتے گئے حالانکہ اس وقت آپ کی آنکھیں بند اور آپ استغراق کی کیفیت میں تھے، ای عزیز حضرت والا کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر استقامت اور ہوشیاری تھی جس کی حدتک یہ ناقص عقل نہیں پہنچ سکتی۔

ذاتی اوصاف:

یاد الٰہی، توکل، قناعت اور استغنا آپ کے عرفان کے بنیادی ستون تھے۔ یادالٰہی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت آپ کا اٹھنا بیٹھنا اوڑنا بچھونا ذکر اللہ سے تھا۔ توکل کا یہ عالم کے رات کو پانی کے مٹکے بھی خالی کروادیتے تھے کہ صبح اللہ عزوجل دوسرا عطا فرمائے گا۔ قناعت نہ فقط آپ کا شعار تھی بلکہ اپنے عیال اور احباب کو بھی اسی راہ پر گامزن کیا۔ رضا بر قضا محبوب شغل تھا، کبھی کبھار تو گھر میں

مسلسل فاقہ رہتا تھا، بعض اوقات گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تھا مگر کبھی زباں پر شکوہ شکایت نہیں لائے۔ مزاج میں کمال عجز اور انکسار تھا، نہایت رحمدل، فیاض، خداترس، دوسروں کا خیال رکھنے والے، خدمت انسانیت میں خوشی محسوس کرنے والے، اپنے ارادتمندوں کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹوانا، ان کو اپنا ساتھی ہی سمجھنا، ان سے دلی محبت، اسلامی برادری اور رواداری کا سلوک کرنا، عفوو درگزر، دوسروں کو بخشنے والے اور ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت کے ساتھ اپنے معاصر علماء اور مشائخ کا دلی احترام کرتے تھے۔

سجادہ نشینی:

حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنی) قدس سرہ کی عمر مبارک 28 سال تھی کہ سنہ ۱۱۹۸ھ بمطابق 1783ء میں والد گرامی و مرشد سید محمد بقاشاہؒ کو گڑھی یاسین (شکارپور) میں دوران سفر لٹیروں نے شہید کردیا۔ پیر سید محمد راشد (روزہ دھنی) قدس سرہ اپنے والد کی مسند ارشاد وہدایت پر براجماں ہو کر دین مبین کی تبلیغ وارشاد میں مصروف ہوئے۔

حضرت پیر صاحب نے ظاہری علوم وقت کے مقتدر علماء سے حاصل کئے۔ روحانی علم اور طریقت کے سبق اپنے والد گرامی سے سیکھے، جب مسند نشین ہوئے تو ایک جگہ بیٹھ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرنے کے بجائے آپ نے سفر کو وسیلہ ظفر سمجھا مجمع الفیوضات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ خلق خدا کی رشد وہدایت احیاء السنت اماطۃ بدعت کی خاطر عمرکوٹ، تھرپارکر، بہاول پور، رن کچھ، گنداواہ، جیسلمیر، جودھ پور، ایران، وافغانستان کا بھی سفر کیا۔ روایات کے مطابق آپ سال کے نو ماہ سفر میں رہتے تھے، مختلف اطراف کے لوگوں کو لاالٰہ الا اللہ کے ذکر کے ساتھ سنت رسول اکرم ﷺ پر عمل کی ترغیب دیتے تھے، تحریک ذکر اللہ واحیائے سنت رسول ﷺ تھی۔ سال کے باقی تین ماہ بھی خانقاہ شریف پر خلق خدا کی اصلاح و تبلیغ میں صرف کرتے تھے، سفر میں ہی اپنے صاحبزادگان کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ قائم رکھا، تصنیف وتالیف کے ساتھ فتاویٰ اور مختلف شرعی مسائل لکھ کر دیتے تھے، آپ نے سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ

کا حسین امتزاج کیا، لوگ جوق در جوق آپ کے سلسلہ میں داخل ہونے لگے۔آپ بیعت لے کر خود تربیت کرتے یا بڑے خلفاء کو نئے سالکوں کی تربیت پر مامور کرتے۔

آپ نے روحانیت، تصوف اور خدمت کا وہ مثالی کردار پیش کیا، جس کی وجہ سے حلقۂ ارادت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

سیر وسفر:

حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنی ؒ) نے فیض کو عام اور مریدوں تک رسائی کے دو طریقے اختیار فرمائے۔اول یہ کہ معتقدین خود پروانے کی طرح خانقاہ شریف پر آتے تھے، وہاں رہ کر اپنے کامل مرشد سے روبرو فیض اور روحانیت کا درس لیتے تھے۔ دوسرا یہ کہ حضرت پیر صاحب کو خانقاہ مبارکہ سے اپنے مریدیں پر شفقت کرنے کے لئے ان کے علاقے میں تشریف لے جاتے۔ آپ کی اس روش نے ایک طرف خانقاہ مبارک کے فیض کو عام کیا تو دوسری طرف ایک کامل مرشد کو سندھ، بلوچستان، پنجاب، اور جیسلمیر کے طول و عرض میں عوام کو دیکھنے اور ان کے سماجی ، اقتصادی اور سیاسی مسائل کو سمجھنے کا موقع ملا۔ جس کی روشنی میں آپ نے اپنے مریدیں اور معتقدیں کے روحانی مسائل کو حل کرنے کا مناسب طریقہ اختیار فرمایا۔[43]

دینی وروحانی خدمات:

آپ کا سلسلہ مقبول عام ہوا، لوگ جماعتوں کی صورت میں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ معروف ادیب غلام ربانی آگرو کے بقول: آپ کے دور میں سندھ نے ایک ایسا منظر دیکھا جو نہ کبھی پہلے دیکھا ہوگا نہ بعد میں۔ لاکھوں کی تعداد میں تہجد گزار اور ذکر الٰہی کرنے والے مرید تھے ،آپ شریعت و طریقت کے حسین امتزاج سے میدان میں آئے تو جس جگہ سے

****

(43) خان محمد ، حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی جون علمی خدمتون، روشنی کنڈیارو ص 125،لاڑک خان محمد ڈاکٹر، حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی جون علمی خدمتون، روشنی کنڈیارو ص 125

گزرے، لوگ دیوانوں کی طرح پیچھے لگ پڑے۔ آپ کے بارہ سو زائد مجاز خلفاء کے علاوہ افغانستان، ایران، بلوچستان، پنجاب، سندھ، کچھ، قلات، جیسلمیر اور کشمیر تک لاکھوں مرید تھے۔

حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنی) نے اپنی حیات مبارکہ، ذکر اللہ اور سنت رسول اکرم ﷺ کو عام کرنے میں گزاری۔ آپ قادری سلسلہ میں بیعت لینے کے بعد اپنے مریدین کو دو وقت فجر کے نماز سے اول اور مغرب کی نماز کے بعد قادری سلسلہ کے ذکر کا تاکید کرتے تھے، شریعت کے تمام اصول و احکام پر عامل رہنے کے ساتھ حضرت نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کی سختی سے ہدایت کرتے تھے۔ سفر خواہ حضر میں آپ کے حضور میں ذکر و سنت کی متابعت کا سلسلہ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ دورانِ سفر آپ کے قافلہ کا نعرہ، نعرۂ تہلیل لا الٰہ الا اللہ تھا، اس اخلاص کی برکت یہ ملی آپ نے تمام عمر سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کیا، ایک بھی ایسی سنت نہ تھی جو آپ نے اس پر عمل نہ کیا ہو۔

تصنیف و تالیف:

چونکہ حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنی) نے درس و تدریس اور تصنیف تالیف کے بجائے تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس پر زور دیا تھا، تاہم آپ نے بعض تصانیف بھی کی ہیں۔ جس کا اجمال اس طرح ہے۔

جمع الجوامع:

یہ فارسی لغت ہے، جو جہازی سائز کے 3500 صفحات پر مشتمل ہے، جس سے آپ کا علمی کمال و فضل دکھائی دیتا ہے۔ اہل زباں ایران نے فارسی کے لغت دہخدا 52 جلدوں میں چھپوائی ہے، جب ان سے تقابل کیا گیا تو حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنی) کے لغت کے فقط الف ممدوہ میں دس ایسے الفاظ تھے، جو اہل زباں کی لغت میں نہیں تھے، یہ لغت معروف قلمکار ڈاکٹر خضر نوشاہی کی ایڈیٹنگ سے جامعہ راشدیہ درگاہ مبارکہ پیر جو گوٹھ سے چھپ رہی ہے، 4 جلد منظر عام پر آچکے ہیں، مزید سلسلہ جاری ہے۔

مکتوبات شریف:

اس میں آپ کے وہ 46 مکتوب ہیں، جو آپ نے اپنے معاصر علمائے کرام، مشائخ عظام اور اپنے احباب وارادتمندوں کی طرف لکھے، جس میں تصوف اور شریعت کے مسائل کی مفصل شرح کی ہے۔ یہ عربی اور فارسی زباں میں تھے، ڈاکٹر نذر حسین سکندری نے اس کے ترجمہ اور حضرت پیر صاحب کی سوانح حیات پر سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی، بعدازاں مدرسہ صبغۃ الہدیٰ شاہپور چاکر سے شائع ہوا۔

شرح اسماءُ اللہ الحسنیٰ:

اسماء اللہ الحسنٰی پر اپنی نوعیت کا یہ منفرد کتاب، علامہ عبدالحق ظفر چشتی نے اردو میں ترجمہ کیا اور سندھی میں علامہ مفتی محمد اسماعیل میمن سکندری نے ترجمہ کیا جو سکندریہ پبلیکشنز جامعہ راشدیہ سے شائع ہوا ہے۔

آداب المریدین:

یہ کتابچہ فارسی زباں میں تھا، اس کے ترجمہ اور تعلیق کا کام حافظ محمد یوسف بھنبھرو سکندری نے کیا، سکندریہ پبلیکشنز جامعہ راشدیہ سے شائع ہوا ہے۔

مجمع الفیوضات:

یہ کتاب براہِ راست آپ کی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے ارشادات کا مجموعہ ہے، جس کو آپ کے معتمد علیہ مرید خلیفہ محمود فقیر نظامانیؒ (متوفی ۱۲٦۷ھ) نے جمع کیا، دو جلد، سولہ ابواب پر مشتمل ہے جلد اول کا سندھی ترجمہ سندھ کے مشہور بزرگ علامہ مفتی محمد قاسم مشوریؒ اور جلد دوم کا ترجمہ علامہ مفتی در محمد سکندری رح نے کیا، سکندریہ پبلیکیشنز سے متعدد بار چھپ چکا ہے،

اردو ترجمہ کی سعادت سید صبغت اللہ شاہ سہر وردی کے حصہ میں آئی۔

صحبت نامہ:

یہ بھی آپ کی ملفوظات ہے، جو ملفوظات صغیر کے نام سے معروف ہے، جس کو خلیفہ محمد حسین مہیسرؒ نے ترتیب دی۔ اس کی افادیت یہ ہے کہ مرتب نے یہ ملفوظات ترتیب دے کر حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) کو دکھائی تھی۔ سندھی زباں میں "صحبت سپیرین جی" کے نام سے علامہ مفتی عبدالرحیم سکندریؒ نے ترجمہ کیا، مدرسہ صبغۃالہدیٰ شاہپور چاکر نے اشاعت کروائی۔

حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) جو کلام:

حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے، بعدازاں والد گرامی نے منع فرمایا تو شاعری سے توجہ ہٹالی، تاہم آپ کے کچھ اشعار دستیاب ہیں، جن کو ترتیب دے کر مولانا عبداللطیف سکندری نے "پیر روزہ دھنی جو کلام" کے نام سے چھپوایا ہے۔ اور علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی نے بھی "مقالات قاسمی" میں آپ کا کلام ذکر کیا ہے۔[44]

مجمع الفیوضات ایک مطالعہ اور نتیجہ:

مجمع الفیوضات کے مطالعہ کے حوالے سے معروف اسکالر جناب ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب کے الفاظ کو من و عن پیش کرتا ہوں: "مجمع الفیوضات ملفوظات کے مطالعہ سے نتیجتاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ملفوظات تیرہویں صدی ہجری کے اوائل یعنی ٹالپر حکمرانوں کے دور میں سندھ کی روحانی عظمت، ثقافت اور تہذیب کا آئینہ ہے۔

ملفوظات میں بیان شدہ معاصرانہ روایات میں صاحب ملفوظات کے حال و قال، علم و عرفان، رشد و ہدایت کا جلوہ اور جمال دکھائی دیتا ہے، جس میں آپ کی ذاتی فضیلت، روحانی عظمت، خلق خدا سے محبت، فقر و فاقہ پر راضی رہنا، ضعیفوں سے ہمدردی، زورآوروں سے بے خوفی اور بے

****

(44) مقالات قاسمی، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، ناشر نظیر احمد قاسمی، صفحہ 74 سندھی ادبی بورڈ۔

نیازی، اپنے ارادتمندوں، عقیدتمندوں سے محبت و شفقت کے من موہن مثال موجود ہیں۔ مگر جب غور کیا جاتا ہے کہ آپ کی اتنی بڑی مقبولیت کے اسباب کیا تھے کہ قلیل مدت میں سندھ سے باہر بھی ہزارہا لوگ آپ کے مرید اور معتقد ہوگئے تو اس سلسلہ میں آپ کی ذاتی فضیلت اور بلند اخلاقی کی کئی خصوصیات اور خوبیاں نظر آتی ہیں، جن میں سے خاص وہ جن سے خلق خدا آپ سے متاثر ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہوئی وہ تھی جذبہ خلق خدا، مریدیں اور معتقدیں سے انسانی برادری اور مکمل طور اسلامی رواداری کا سلوک۔ بڑی بات یہ تھی کہ مشائخی نہیں رکھی، خود کو پیر بنا کر پیش نہیں کیا، باوجودیکہ ہزارہا دلوں پر گرفت تھی۔ سندھ میں سلوک و طریقت اور عرفانی عظمت کی انتہا پر تھے۔

آپ کا مسلک اور سالکان الٰہی کو عطا کردہ فیض و تربیت کا اثر تا حال باقی ہے۔ اول یہ کہ جماعت میں ”دلی ادب“ کو بڑی اہمیت ہے۔ مرشد کے قدموں پر ہاتھ رکھنا، دست بوسی یا جھکنے کی ظاہرداری کے بجائے دل میں محبت اور ادب ہے، بس مرشد کا دور سے دیدار اور سلام کافی ہے۔ ”اجتماعی دیدار“ کا عمل اسی ”دلی ادب“ کے اصول کا مظہر ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ کی اسلامی رواداری اور انسانی برادری کی تلقین کا یہ ثمر ہے کہ آپ کے ارادتمندوں میں مرد، عورت کا کوئی فرق نہیں، تمام احباب کو وہی ”لنگر“ کھانا ہے، ایک ہی صحن میں بغیر چارپائی بیٹھنا سونا ہے، تیسرا یہ کہ بغیر ساز کے ”جماعتی راگ“ (سماع) جو آپ کے وقت میں رائج ہوا ایک ادارہ کی طرح آج تک جاری ہے، چوتھا یہ کہ آپ نے اپنے ارادتمندوں کو صفائی ستھرائی کی تلقین کی، اسی طرح یہ نفاست اس خانقاہ کے ارادتمندوں کی خصوصیت رہی ہے۔" (45)

آپ کے خلفاء:

روایات کے مطابق آپ کے مجاز خلفاء کی تعداد 1200 سے زائد ہے۔ جو تمام صاحب مسند ارشاد و تلقین تھے، جن میں سے مسند نشین صاحبزادہ سید صبغت اللہ شاہ، حضرت سید محمد

****

(45) نظامانی خلیفہ محمود فقیر، ملفوظات شریف (سندھی مترجم) سکندریہ پبلیکشن پیر جو گوٹھ، جلد اول ص 434

یاسین شاہؒ درگاہ ٹھلاہ شریف، صاحبزادہ سید احسن شاہؒ درگاہ بکھری شریف، خلیفہ سید محمد حسن شاہؒ درگاہ سوئی شریف۔ خلیفہ محمود فقیر نظامائیؒ ، خلیفہ محمد حسین مہیسرؒ (جامع ملفوظات صغیر)، خلیفہ سارنگ فقیر کلہوڑہؒ، خلیفہ امید علیؒ، خلیفہ سید محمد پناہؒ (جو کہ حضرت والا کہ داماد اور بھتیجے بھی تھے)، خلیفہ محمد لقمان ٹالپرؒ، خلیفہ سعید خان ماہان والےؒ، خلیفہ نبی بخش لغاریؒ سر فہرست ہیں۔

دینی و روحانی خدمات:

آپ کا سلسلہ مقبول عام ہوالوگ جماعتوں کی صورت میں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ معروف ادیب غلام ربانی آگرو کے بقول: آپ کے دور میں سندھ نے ایک ایسا منظر دیکھا جو نہ کبھی پہلے دیکھا ہوگا نہ بعد میں۔ لاکھوں کی تعداد میں تہجد گزار اور ذکر الٰہی کرنے والے مرید تھے، آپ شریعت و طریقت کے حسین امتزاج سے میدان میں آئے تو جس جگہ سے گزرے، لوگ دیوانوں کی طرح پیچھے لگ پڑے۔ ان کو ان کے گھروں پر جا کر ذکر کی ترغیب دی اور سنت رسول اکرم کی پیروی کا حکم دیا، آپ کے بارہ سوٗ زائد مجاز خلفاء کے علاوہ افغانستان، ایران، بلوچستان، پنجاب، سندھ، کچھ، قلات، جیسلمیر اور کشمیر تک لاکھوں مرید تھے۔

اولاد امجاد:

آپ کو 18 فرزند تھے، جن میں سے 4 بچپن میں ہی فوت ہوگئے، آپ کے وصال بعد آپ کا خاندان دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ وراثت میں ایک کو پگڑی (دستار) ملی، وہ پگارہ کے نام سے معروف ہوئے، پگارہ اول آپ کے فرزند سید صبغت اللہ شاہ اول (۱۱۹۳-۱۲۴۶ھ)، پگارہ دوم ان کے فرزند سید علی گوہر شاہ اول (۱۲۳۱- ۱۲۶۳ھ)، پگارہ سوم ان کے فرزند سید حزب اللہ شاہ (۱۲۵۸-۱۳۰۸ھ)، پگارہ چہارم ان کے فرزند سید علی گوہر شاہ ثانی (۱۲۷۵- ۱۳۱۴ھ)، پگارہ پنجم ان کے برادر سید شاہ مردان شاہ اول (۱۲۷۹- ۱۳۴۰ھ)، پگارہ ششم ان کے فرزند سید صبغت اللہ شاہ ثانی سورھیہ بادشاہ (۱۳۲۷- ۱۳۶۲ھ- 1909-1943ء)، پگارہ ہفتم ان کے فرزند سید شاہ مردان شاہ ثانی (۱۳۴۷- ۱۴۳۳ھ- 1928-2012ء) اور پگارہ ہشتم ان کے فرزند سید صبغت اللہ شاہ

ثالث بنے، جو اس وقت مسند نشیں ہیں، پیران پگارہ میں سے ہر ایک اپنے دور کی ایک تاریخ ہے۔
دوسرے فرزند سید محمد یاسین شاہ (متوفی ۱۲۷۵ھ) کو جھنڈا ملا (جو افغانستان کے حاکم نے حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) کو ان کی دینی اور روحانی خدمات کے اعتراف میں دیا تھا)۔ جو خاندان جھنڈے والے (صاحب العَلَم) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

وصال مبارک:

امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) نے تمام زندگی سنت رسول اکرم ﷺ پر عمل کرتے ہوئے، 63 برس کی عمر میں اس فانی جہاں سے الوداع کیا۔ وصال کے 16 سال بعد دریا کے پانی کی وجہ سے آپ کے پوتے پگارہ دوم سید علی گوہر شاہ اول نے اپنے جد امجد اور والد گرامی کے جسد کو وہاں سے نکال کر موجودہ درگاہ مبارک پر سپرد خاک کیا۔ جس پر شاندار گنبد (روضہ) تعمیر کیا گیا ہے آپ کی مزار اقدس ہر عام وخاص کہ لئے مرجع خلائق ہے۔

حضرت پیر سید صبغۃ اللہ شاہ اول پیر پگارہ اولؒ

حضرت پیر صاحب سید صبغۃ اللہ شاہ اولؒ قادری سلسلے کے بڑے عارف اور ولی کامل تھے ۔آپ حضرت پیر سید محمد راشد المعروف روزہ دھنیؒ کے فرزند پہلے پیر پگارا بنیں ، آپ بڑے عالم اور عارف تھے ۔[46] آپ کی ولادت باسعادت 4 رجب المرجب 1193ھ میں ہوئی [47] ۔آپ پیر سید محمد راشد المعروف (روزہ دھنیؒ) کے بیٹے ہیں جو پگارہ خاندان کے دربار کا بانی تھا، آپ علم معرفت سلوک اور طریقت اسلام سے باخبر تھے حتی کے فقراء سے محبت بے پناہ ہوتی تھی ۔[48]

بقول: سید حمید الدین پیر صاحب کے 3 لاکھ مرید فقط بلوچ قوم مین سے تھے ۔[49]

علم اور عرفان:

دین کے علم اور اس کے بیان میں اعلی مقام حاصل تھا آپ قرآن پاک کا حافظ [50] مجاھد اسلام تھا حدیث شریف اور فقہ کے احکام سے بھی واقف تھے [51] ، حدیث شریف کا خاص مطالعہ کیا تھا اور آپ کا دستور تھا فجر نماز کے بعد حدیث شریف کا درس دینا اور حدیث شریف میں آپ شارح کا درجہ رکھتے تھے۔

آپ مثنوی مولانا روم کا بہت ذوق و شوق رکھتے تھے بلکہ مثنوی کے شارح بھی تھے آپ کا معمول تھا ظہر کے بعد مثنوی میں سے درس دیتے تھے اور آپنے مثنوی کا ذوق اپنے والد محترم پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) سے حاصل کیا اور آپ مثنوی شریف سے مولانا رومی کے عارفانہ اسرار و

****

(46) سندھ میں مثنوی رومی جو ابھیاس، حافظ محمد یوسف بھمبھرو سکندری، کلاچی تحقیقی جرنل، جون 2017، صفحہ 118۔

(47) خزانۃ الاسرار صفحہ 18۔

(48) سندھ کے اکابرین قادریہ ، ڈاکٹر صاحبزادہ فرید الدین قادری صفحہ 244 قادری پبلی کیشنز کراچی۔

(49) خزانۃ الاسرار، صفحہ 19۔

(50) ایضا، صفحہ 18۔

(51) ایضا، صفحہ 21۔

رموز سے بخوبی آگاہ تھے اور اپنی مجالس میں اکثر بیان کرتے رہتے تھے۔آپ ظاھری علم کے بھی صاحب تھے علم اور عالم کا بہت قدر اور احترام کرتے تھے، عربی اور فارسی میں کمال کی مہارت رکھتے تھے اور وسیع مطالعہ رکھتے تھے، آپ طریقت پر شریعت اور دین کہ علم کو مقدم رکھتے تھے[52] اور اس کی اہمیت اور افادیت اور عالم کی کا قدر اس بات معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حسب معمول درس کے دوران فرمایا کے بزرگ یعنے پیر بننا بہت آسان ہے اور رسمی فقیر بننا بھی بہت آسان ہے لیکن ایک عالم بننے کے لئے زندگی کا سارا حصہ علم حاصل کرنے میں گذر جاتا ہے۔[53]

آپ نہ صرف کتاب پڑھنے کا شوق رکھتے تھے بلکہ کتاب کو خریدنے کے لئے بھی کوشاں رہتے تھے، اپنے ماموں محمد صدیق پر مقرر کیا کے صحیح بخاری کہیں سے بھی خرید کرکے ضرور لائیں جب خبر دی گئ یا حضرتا بخاری شریف خرید کر لے آرہے ہیں پیر صاحب کی خوشی اور حدیث شریف کا ادب اس وقت قابل دید تھا آپؒ اٹھے اور جلدی سے باہر والی (جو کافی فاصلہ پر ہے) گیٹ پر استقبال کے لئے آئے[54] اور وہاں سے بخاری شریف کو اندر خود لے آئے اور دو رکعات نفل شکرانہ کی ادا کی، ایسے ہی کتاب تفسیر طنطاوی خرید کیا اور اپنے فرزند کو یے نصیحت کی کے کتاب مہنگی قیمت میں خریدا کریں تاکے علم کی برکت اولاد میں بھی باقی رہے۔[55]

حضرت پیر سید صبغۃ اللہ شاہ اول رح ساری عمر شریعتِ محمدی کی خدمت اور یادِ الاہی میں گذاری۔[56]

****

(52) اللہ جو فقیر 93

(53) جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال، مقالہ نگار این ای بلوچ صاحب، صفحہ 131۔ سکندریہ پبلیکیشنز۔

(54) خزانۃ الاسرار، 19۔ اللہ جو فقیر، صفحہ 93۔

(55) المرجع السابق، این ای بلوچ صاحب، صفحہ 131۔، خزانۃ الاسرار، صفحہ 19۔

(56) اللہ جو فقیر (حضرت سومر فقیر ھنگورو) مفتی محمد اسماعیل سکندری صفحہ 90۔

آزادی اور جہاد کا جذبہ:

آپ نے جب مسند رشد وہدایت کو رونق بخشی اس وقت سلطنت اسلامیہ کا چراغ جھلملا رہا تھا پنجاب پر سکھ چھائے ہوئے تھے مذہب کی روح مفقود ہو چکی تھی [57]۔ اوہام اور رسوم پرستی کو مذہب کا نام دیا جاتا تھا۔ سکھوں کا پوری پنجاب پر قبضہ ہو چکا تھا اور اب وہ اپنی طاقت کو کشمیر اور پشاور، دیرہ جات اور سندھ کی جانب ارادہ رکھتے تھے، [58] اس تنزل اور انحطاط کے زمانے میں پیر سید صبغۃ اللہ شاہ اول نے اعلائے کلمہ الحق، تبلیغ واصلاح اور تربیت کا کام شروع کیا۔ اور آپ نے جہاد کا کام مصمم کرلیا۔ آپ کا کوئی وعظ جہاد کی ترغیب اور فضائل سے خالی نہ ہوتا تھا۔

پیر صاحب کو اس بات کا علم تھا اس لئے جب سید احمد غازی سکھوں کے خلاف جہاد کے ارادے سے سندھ میں داخل ہوا [59] تو جناب حضرت پیر صاحب نے سید احمد کو اپنے پاس مہمان کی طور رکھا اور جہاد کی نہ صرف حمایت کی لیکن اپنے مریدوں کا ایک بڑی تعداد میں لشکر جہاد کے لئے مدد میں ساتھ بھیجا۔

سندھ کے علاوہ باہر کی کتابوں میں بھی یے حوالے ملتے ہیں اور سندھ میں بھی کئی بزرگوں کے زبانی روایات سے معلوم ہوا ہے۔ [60]

کتابوں سے خاص رغبت:

وفا راشدی اپنے کتاب (مہران نقش) میں ذکر کرتے ہیں کے پیر صاحب کا کتب خانہ بڑا عجیب وغریب تھا۔ سلاطین اور امراء کے پاس بھی ایسا کتب خانہ نہ ہوگا۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح بتائی ہے۔

****

(57) خزانۃ الاسرار، جامع حضرت پیر سید علی گوہر شاہ قدس سرہ، صفحہ 90۔

(58) ایضا، صفحہ 133۔

(59) ملاحظہ ہو "سندھ جی عالمن جا سونھری کارنامہ" دادا سندھی، سندھ تحقیقی بورڈ۔ صفحہ 45۔

(60) جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال بقلم ڈاکٹر نبی بخش صفحہ 133

پندرہ ہزار جلد کتب معتبرہ اس میں موجود ہین۔ (61) سو دیوان فارسی کے ایرانی خط میں مطلا، پینسٹھ جلدیں معتبر تفسیروں کی شاہ نامہ فردوسی کے پانچ نسخے جن میں سے تین مصور و مطلا تھے۔ حدیث کی تمام مشہور کتابیں شرح جامعہ الاصول، تیسیر الاصول، احیاء العلوم اور فتوحات مکیہ کے تین تین نسخہ جات اور سب جلدیں شاہانہ۔ (62)

وصال مبارک:

آپ نے ایک دفعہ عصر نماز کہ بعد سید محمد شاہ کو مدح رسول ﷺ سنانے کو کہا جب شاہ صاحب نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی مدح پڑھنا شروع کی تب آپ زار و قطار رونے لگے۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی کہ وصالِ حال حاصل کرنا بڑی دولت ہے جو عبادات اوراد و وظائف اور جان و مال کا ظاہری حق ادا کرنے سے نہیں ہوتی بلکہ وہ عظیم نعمت فقط عشقِ الاہی کہ جذبے سے ہی حاصل ہوتی ہے (63)۔

آپ کا وصال 12 سال سجادہ نشینی (64) کے بعد 6 رمضان المبارک سنہ 1246ھ (65) بمطابق 8 فروری 1831ء کو پیر گوٹھ میں ہوا آپ کا زیارت گاہ بھی وہیں ہے۔ (66)

****

(61) خزانۃ الاسرار، صفحہ 19۔

(62) ڈاکٹر فرید الدین القادری صفحہ 244،245

(63) (اللہ جو فقیر 92)

(64) خزانۃ الاسرار، صفحہ 20۔

(65) اللہ جو فقیر صفحہ 93۔

(66) جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال بقلم ڈاکٹر نبی بخش صفحہ 245

حضرت پیر سید علی گوہر شاہ راشدی پیر پگارہ دومؒ

(1263ھ)

اسم گرامی: پیر سید علی گوہر شاہ راشدیؒ بن حضرت پیر سید صبغۃ اللہ شاہ اولؒ بن پیر سید محمد راشد (روزہ دھنیؒ) ہے۔

اگرچہ پیر سید علی گوہر شاہ راشدی اپنے بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔[67] مگر چونکہ آپ کے والد بزرگوار کو آپ سے خاص قلبی تعلق تھا اور آپ اپنے والد کی تعلیمات اور سلوک طریقت کی راہ کے خاص اہتمام کرنے والے تھے اس لئے آپ کے بڑے بھائیوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد آپ کو ان کی مسند پر بٹھایا اور دستار بندی کی اور آپ دوسرے بطور پیر پگاڑا بنیں۔[68]

آپ جہاں ظاہری علوم میں مہارت رکھتے تھے اسی طرح تصوف اور سلسلہ قادریہ راشدیہ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

حضرت پیر سید علی گوہر شاہ راشدیؒ عابد وزاہد متقی بزرگ تھے اور خاندانی طور پر شاعری بھی آپ کو ورثے میں ملی تھی اور آپ سندھی زباں کے ایک اچھے شاعر تھے اور آپ شاعری میں (اصغر) تخلص فرماتے تھے۔ آپ کی کافی، مولود (نعت) اور مناجات سندھی زبان میں موجود ہیں۔ آپ نے اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے ملفوظات (خزانۃ المعرفت) مکتوبات خزانۃ الاسرار کے نام سے جمع فرمائے۔ ان ملفوظات کے مطالعہ سے آپکی فارسی پر عبور معلوم ہوتا ہے جس سے علمی قابلیت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جبکہ آپ کی ولادت پرانی خانقاہ (گوٹھ رحیم ڈنو کلھوڑو) میں 4 رجب المرجب 1231ھ جمعہ کہ دن ہوئی۔

****

(67) جامعہ راشدیہ صفحہ 143

(68) خزانۃ الاسرار، صفحہ 20۔

آپ کہ اہم امور میں سے کچھ :

1۔جب دریاء کہ پانی کاسیلاب آیا تب آپ کو خواب میں حکم ہواکہ اپنے دونوں بزرگوں (حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی، حضرت پیر سید صبغۃاللہ شاہ اول قدس سرہ) کی جسد مبارک کو یہاں سے نکال کر دوسری جگہ پر دفنادیں جوابھی موجودہ پیرجو گوٹھ میں واقع ہے[69]

2۔انگریز حکومت کہ خلاف جہاد کہ لئے لوگوں کی ذہن سازی کرنااپنی جماعت میں انگریز سامراج سے چھٹکارہ حاصل کرنے کاجذبہ پیدا کرنا، علمی اور ادبی، فکری تحریک کی بنیاد رکھنا وغیرہ شامل ہیں۔

3۔خانقاہ عالیہ راشدیہ کی توسیع کرنا۔

مسجد شریف کی توسیع کرنا۔کتب خانہ میں اضافہ وغیرہ شامل ہیں[70]۔

وصال:

آپ کی وفات 5 ربیع الثانی 1263ھ میں ہوئی۔[71] فقیر قادر بخش بیدل نے آپکا سنِ وصال یوں ذکر کیا ہے:

جناب پیر علی گوہر آں کریم ورشید
چوں رمز ارجعی ز درگہ فراز شنید

گزاشت جسم دریں دام گاہ ناسوتی
بہ سوئے گلشن لاہوت مرغِ جانش پرید

****

(69)۔(اللہ جو فقیر94،95)

(70) ایضًا

(71) سندھ کے اکابرین قادریہ صفحہ 249،50

بتافت رخ ز ظہورات آں سراپا نور
بیافت معنٰی ، وسیمرغ وش نہاں گردید

دلم چوں سل وصالش بجست، ھاتف گفت
چو بودہ در طلب رب قریب رب برسید (72)

1263ھ

****

(72) جامعہ راشدیہ، ڈاکٹر این ای بلوچ، صفحہ 149۔

پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی پیر پگارا سومؒ

پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی حضرت سید علی گوہر شاہ اول ولد سید صبغۃ اللہ شاہ ولد پیر سید محمد راشد المعروف روضہ دھنی علیھم الرحمتہ کے ہاں 18 شوال المکرم 1258 ھ میں پیدا ہوئے(73)۔

تعلیم:

آپ کے والد کی وفات آپ کی کمسنی میں ہی ہو گئی تھی لہٰذا آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری خاندان کے دیگر افراد نے ادا کی۔

آپ نے ابتدا میں اخوند محمد پیر گوٹائی سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی بعد ازاں مولوی حاجی عیسیٰ محدث سے فارسی وعربی علوم کی تکمیل کی۔(74)

پیر سید حزب اللہ شاہ کی سجادگی راشدی خاندان میں نہایت خوبی سے ہوئی۔

آپ قادری راشدی طریقے کے ذکر کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ کے خاندان میں شعروشاعری کا سلسلہ بھی جاری تھا لہٰذا آپ نے بھی فارسی زبان میں شعر کہے ہیں شاعری میں آپ (مسکین) تخلص فرماتے تھے۔

آپ کی بے باک حق گوئی اور کارنامے:

جس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے جب سکھر کی لئنسدائوں پل کا افتتاح ہونے جارہا تھا تب پیر صاحب کو اس تقریب میں مدعو کیا گیا جس تقریب میں انگریز سامراج نے سب آنے والے مہمانوں کو کھانے کی میز پر بلایا گیا اور میز پر کھانے کہ ساتھ شراب بھی پیش کیا گیا

****

(73) جامعہ راشدیہ، ڈاکٹر این ای بلوچ، صفحہ 150۔

(74) ایضاً ڈاکٹر این ای بلوچ، صفحہ 151۔

اوراقِ تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت پیر صاحب نے جب شراب کے گلاس سجے دیکھے تب وقت کہ بے باک حق گو نے بھری محفل میں ایک تقریر پیش کی جس کا خلاصہ کچھ یوں ملتا ہے :

آپ نے فرمایا ہمیں آپ نے بلا کر ہم مسلمانوں کی توہین کی ہے جبکہ آپ لوگون کو پتا بھی ہے کہ اسلام میں شراب حرام ہے تب بھی مسلمانوں کو شراب پیش کیا گیا جس تقریر اور حق گوئی کی وجہ سے انگریز سامراج پشیماں ہوا اور باآخر کھانے کی میز سے شراب کو ہٹایا گیا (75)۔

پیر سید حزب اللہ شاہ نے انگریز سامراج کے خلاف تحریک چلائی اور ترکی حکومت کو بھی خط لکھا کے انگریز کو نکالنے میں ہماری مدد کی جائے۔ آپنے اس مقصد کے لئے اپنے لشکر کو بھی بڑھایا اور 12 ماہ کی نسبت سے 12 چونکیان بنا کر نظام کو مضبوط کیا۔ سنہ 1309 ھ میں آپ کی وفات کے بعد انگریزوں نے پیر صاحب کی دربار پر حملا کیا اور ان کی جماعت کی طاقت کو توڑنے کے لئے بڑے پیمانے پر پولیس کی نفری استعمال کی جن کے ظلم کے خلاف سنہ 1896ء میں پہلی (حر تحریک) شروع ہوئی۔ انگریزوں نے حروں کو سالہا سال نجی جیلوں میں قید رکھا اور بعد ازاں ان کو پولیس کے تھانوں کے ہاں بار بار پیش ہونے کا پابند بنایا تھا۔ (76)

آپ نقاشی ، کاشی سازی ، خوشخطی اور حکمت وطب میں بھی مہارت رکھتے تھے ۔ (77)

پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی ۴۵ سال تک مسند سجادگی پر رونق افروز رہے۔

آپ کا فارسی کلام پر مشتمل دیوان بنام "دیوان مسکین" جو کہ سندھی زباں میں ترجمہ کہ ساتھ دو بار سکندریہ پبلیکیشنز کی طرف سے شائع ہوچکا ہے جس کہ مترجم شیخ الحدیث والتفسیر مفتی

****

(75) (جامعہ راشدیہ ،بلوچ صاحب صفحہ 172)

(76) جامعہ راشدیہ صفحہ 224

(77) جامعہ راشدیہ ، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ، صفحہ 164۔

محمد رحیم سکندری ہیں۔

وصال:

آپ کا وصال 4 محرم 1308ھ بمطابق 21 آگسٹ 1890ء میں ہوا، جن کی مزار مبارک پیر جو گوٹھ میں ہے۔[78]

****

(78) 1۔بلوچ صاحب، صفحہ 178۔ 2۔سندھ کے اکابرین قادریہ، ڈاکٹر درید الدین صفحہ 52،251

پیر سید علی گوہر شاہ ثانی پیر پگارہ چہارم

پیر سید علی گوہر شاہ ثانی کے والد پیر سید حزب اللہ شاہ ہیں جب کے والد پیر سید حزب اللہ شاہ تیسرے اور پیر سید علی گوہر شاہ ثانی چوتھے سجادہ نشین بنے۔

ولادت باسعادت؛

پیر سید علی گوہر شاہ ثانی کی ولادت باسعادت سنہ 1275 ھ میں ہوئی، اپنے والد پیر سید حزب اللہ شاہ کے حکم مطابق پیر سید محمد شاہ ثانی جیلانی (چناہ والے) کے دست بیعت ہوئے۔

ان کے علاوہ اپنے والد سے بھی فیضیاب ہوئے۔آپ بڑے عاشق رسول، شریعت مطہرہ کے پابند تھے اور فنا فی اللہ کے درجے پر فائز تھے۔ اللہ پاک کے عشق میں ہمیشہ مستغرق رہتے تھے۔

آپ اکثر ناچاق رہتے تھے جس وجہ سے دربار اور لوگوں کی اصلاح کے لئے ٹائم نہ دے پاتے تھے جس وجہ سے اپنے چار نمبر بھائی سید شاہ مرداں شاہ اول کو ولی عہد پر فائض کرنے کا حکم کرکے (ولی را ولی مے شناسد) کے مطابق ثابت کیا۔ کیونکہ آپ کو (اپنی اولاد نہیں ہوئی تھی) اور تاکید کیا کے میرے بعد اس بزرگ کو ولی عہد بنایا جائیگا۔

وصال مبارک:

24 جمادی الآخر سنہ 1314 ھ میں 39 سال کی عمر میں وصال فرمایہ۔[79]

****

(79) جامعہ راشدیہ بقلم محمد عیسی سکندری صفحہ 186،187

پیر سید شاہ مردان شاہ اول پیر پگارہ پنجمؒ

بانی جامعہ راشدیہ

پیر سید شاہ مردان شاہ اولؒ پانجواں پیر پگارہ ہیں۔

ولادت:

آپ کی سوانح حیات کتاب "جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال" میں حافظ عبدالرزاق مہران سکندری نے اس طرح بیان کی ہے:

آپ کی ولادت باسعادت 7 صفر المظفر سنہ 1279ھ اتوار کے دن سندھ کی سرزمین پیر جو گوٹھ خیرپور میں ہوئی۔ جیسا کہ ذکر ہوا پیر سید علی گوہر ثانی اپنی حیاتی میں ہی اپنے اس بھائی کے متعلق فرما گئے تھے۔

کنوں شاہ مردان شہ کامیاب
بود میر ایں مسند بو تراب
مہ است آں برادر ہمہ انجم اند
ز قرب قمر گرچہ رونق گم اند۔

آپ اسلامی دنوں کا بہت اچھے طریقے سے اہتمام کرتے تھے۔ جن میں چھوٹی عید اور بڑی عید کی راتیں اور 12 ربیع الاول شامل ہیں۔ اور 27 رجب کی رات خصوصی اہتمام ہوتا تھا [80] ،جس میں سب مریدین لازمی حاضری دیتے تھے جو ابھی تک ہوتا آرہا ہے اور اس رات میں بڑے علماء کو بلاتے تھے ان کے آنے جانے کی سواری کا اہتمام رہائش کا اہتمام خود پیر صاحب فرماتے تھے حتی کہ ہر ایک عالم کے پاس جا کر حال احوال کرنا اور کھانا کھانے کے بعد خود ہاتھ دھلانا آپ کے بڑے اخلاق میں سے شامل تھا۔

****

(80) اللہ جو فقیر، مفتی محمد اسماعیل، صفحہ 108۔

علمی خدمات:

آپ علم اور علماء کا بڑا قدر کرتے تھے۔

جس کا اندازہ اس عزیم الشاں ادارے جامعہ راشدیہ سے کیا جاسکتا ہے جس کہ بانی سید شاہ مرداں شاہ اول رحمت اللہ علیہ ہیں۔

آپ نے یے ادارہ نہ فقط اپنی جماعت واسطے قائم کیا بلکہ ہر عام و خاص مسلماں کے لئے مشئلہ راہ ثابت ہوا، جس میں وقت کہ جید علماء کو مقرر فرمایا جن میں سے (مفتی سعد اللہ خیرپوری قاضی القضاۃ خیر پور ریاست) مولانہ عبدالرحمٰن دھامراہ، مولانہ میر محمد کھاوڑی اور وقت کہ علماء شامل ہیں۔ (اللہ جو فقیر 107) آپ کا یہ عظیم کام جو ابھی تک دن بدن ترقی کی طرف گامزن ہے۔

آپ کی جود وسخا اتنی کے آپ کی طرف سے علماء، شعراء، ادباء اور غریب مسکین فقیروں کے وظائف مقرر ہوتے تھے جو وقت پر سب کو ملتے تھے۔

جامعہ کے بانی حضرت شاہ مردان شاہ اول اس ضرورت کو محسوس کرکے قرآن کریم کے سندھی ترجمے اور تفسیر کی طرف متوجہ ہوئے۔آپ نے سندھ کے ایک بڑے عالم علامہ محمد صدیق نورنگ زادہ کا 1295ھ میں تحریر کردہ سندھی ترجمے و تفسیر کو علماء کرام کی زیر نگرانی میں دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ سندھ میں کوئی بہتر پریس نہ ہونے کی وجہ سے چھپائی کا یہ کام بمبئی بھیجا گیا، لیکن وہاں سے بھی تسلی نہ ہوئی۔ پھر اپنے خرچ پر ایک لیتھو پریس حیدرآباد سندھ میں لگوائی گئی۔ اور سن 1327ھ میں تفسیر کوثر شاہ مردان شاہ کے نام سے سندھی زبان میں سب سے پہلی اور جامع تفسیر چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کی۔ علاوہ ازیں ایک طبع خانہ سلطان گوٹھ تعلقہ میرپور ماتھیلو میں مولوی بھاؤالدین کی نگرانی میں قائم کیا۔ یہ مطبع راشدی کے نام سے مشھور تھا اور کافی تعداد میں اسلامی کتب یہاں سے شائع ہونے لگیں۔آپ نے مولوی اللہ بخش کھسرڑو والے سے ایک کتاب " رسول ﷺ و غیب " لکھوا کر شائع کرائی، ان تمام کاوشوں اور اسلامی اشاعتی سلسلے کے اخراجات چاہے وہ تدریسی، تقریری، یا تبلیغی ہوں، سب کے مالی انتظامات آپ شاہ مردان شاہ اول

خود اپنے ذمے لیا کرتے تھے۔

آپ نے نہ صرف اپنی جماعت کی خاطر بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے اسلام کی خاطر اپنی زندگی وقف کردی۔ اور اس کے بعد گھر گھر اسلام کا پیغام پہنچانے کا اہتمام بزریعہ رسائل کے کیا۔ آپ نے کچھ رسائل اسلامیہ مختص فرمائے جو اپنے خرچ پر چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کرواتے تھے جن کے نام کچھ اس طرح ہیں :

1-بیعت نامہ لھدایت المریدین 2-الزکاۃ الواجب علی الموسرین

3- قاطع البدعۃ فی انتباہ الغافلین 4-تنبیہ الابطلۃ فی حرمۃ مال ربویۃ

یہ رسائل پیر صاحب کے حکم سے محمد رحیم بن محمد سلیمان نے لکھے اور تصحیح علامہ عبدالرحمٰن مدرس جامعہ راشدیہ نے کی اور سنہ 1332 ھ بمطابق 1914 میں یونین سلیم پریس لاہور سے شائع ہوئے۔

وصال:

یکم محرم الحرام سنہ 1335 ھ میں آپ کے بڑے فرزند سید حسین علی شاہ کا وصال ہوا جس سبب آپ کو دلی صدمہ ہوا اور کمزور ہوگئے تھے اور طبیعت ناساز ہونے لگی۔ آپ نے اپنے فرزند ارجمند کے ایصال ثواب کے لئے خیر خیرات کی نیت سے کثیر تعداد میں غرباء ومساکین میں کھانے پینے کی اشیاء اور لباس تقسیم کروائے۔ چونکہ حرمین شریفین میں خوراک کی قلّت تھی اس لئے آپ نے وہاں کے غرباء میں تقسیم کے لئے حجاز مقدس بھیجنا چاہا مگر پہلی جنگ عظیم کی وجہ سے برطانیہ نے یہ مال اور خیرات بھیجنے کی اجازت نہیں دی۔ بعد ازاں آپ نے یہ سامان سندھ میں ہی تقسیم کردیا۔ آپ 7 ربیع الاول سنہ 1340 ھ بروز منگل کو وصال ہوا۔ [81]

****

(81) جامعہ راشدیہ حافظ عبدالرزاق مہران صفحہ 193 تا 198۔

پیر سید صبغۃ اللہ شاہ ثانیؒ پیر پگارہ ششم

(المعروف سورھیہ بادشاہ)

آپ دنیا کی تاریخ میں عظیم انسان ہو کر گذرے ہیں۔ جنہوں نے حق اور انصاف کے لئے ملک اور ملت کی خدمت عظمت اور آزادی کے لئے اپنی اور اپنے مریدیں کی جانیں قربان کیں۔

حضرت سورھیہ بادشاہ نے سندھ میں انگریز سامراج کے ساتھ اعلان جنگ کیا اور جنگ لڑے،[82] جس کے نتیجے میں شہید کئے گئے۔ لیکن چار سال کے اندر پاکستان کو آزادی کی نعمت سے اللہ پاک نے نوازا۔

ولادت باسعادت:

حضرت سورھیہ بادشاہ کی ولادت 13 صفر سنہ 1327ھ میں ہوئی۔

والد گرامی پیر سید شاہ مردان شاہ اول تھے۔ پیر سید سورھیہ شہید 1922 میں سجادہ نشین بنے اس وقت آپ کی عمر 12 سال تھی۔[83] تھوڑے ہی وقت میں آپ نے اپنی جماعت اور عام لوگوں کو انگریز سامراج کی بنائی ہوئی پولیس کی ظلم کے خلاف سب کو احساس دلایا اور آزادی پر ابھارا۔ جس کے نتیجے میں آپ کو جھوٹے کیس میں اندر کردیا گیا۔ وہ کیس سکھر میں چلا جس کا مقدمہ بانی پاکستان محمد علی جناح نے لڑا لیکن جب جناح صاحب نے انگریز کی چال دیکھی وہ یے تھی کے کسی بھی حالت پیر صاحب کو آزاد کرنا ہی نہین یے حقیقت جاننے کے بعد جناح نے مقدمہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور انگریز نے پیر صاحب کو آٹھ سال 1930 سے 1938ء مختلف قیدوں میں رکھا جن میں ہندستان کی جیلیں آتی ہیں۔ آپنے جیل "رتناگیری" میں سے اپنے مریدیں اور معتقدین کو سلام اور پیغام بھیجتے رہے جن میں وہ ہی تربیت اور ترغیب دلانا تھی جو پیر صاحب لڑ رہا تھا

****

(82) مھران، اداریہ، از دین محمد کلھوڑو، جنوری سے مارچ۔2012

(83)۔ جامعہ راشدیہ، ڈاکٹر این ای بلوچ صاحب، صفحہ، 224۔

انگریز کے خلاف۔ جس وجہ سے آپ کو رتنا گیری سے "کلکتہ" منتقل کردیا بالآخر مدت پوری ہوئی اور آپ کو 1938 میں آزاد کیا گیا۔

اب سورھیہ بادشاہ نے آکر ایک مہذب اور مستحکم انداز میں تحریک چلائی۔ آپنے امن اور اصلاح کے پروگرامز کرنا شروع کردیے جن سے سندھ کی عوام میں بیداری پیدا کی جائے اور اپنی جماعت کو مضبوط کیا جائے۔ آپنے بڑی تاکید سے فرمایاکے ہر نشے سے بلکل پرہیز کی جائے۔ بے اصول اور بد اخلاق لوگوں سے دور رہیں۔ اپنے پڑوسی کی مدد کی جائے اور اس کا دفاع کیا جائے۔ انگریز کی ہر چیز سے بچ کر اپنی چیزیں استعمال کی جائیں۔ [84]

اس وقت ایک اور فتنا (مسجد منزل گاہ) کااٹھا جس وجہ سے فساد بڑھااور آپنے اس فساد کے خلاف (غازی تحریک) تیار کی جن کو حکم دیاکے اس فساد کو ختم کریں اور ہر گائوں اور ہر کسبے میں جہاں بھی ہندو رہتے ہیں ان کی حفاظت کریں۔ اس غازی تحریک کی جب انگریز حکومت کو پتا لگا تو برداشت نہ ہوااور انگریز نے اس وقت کی پرنٹ میڈیاکے زریعے لوگوں میں پیر صاحب کے خلاف پروپیگنڈا شروع کی تاکے لوگ اس کے خلاف ہوں اور باآسانی کارروائی کی جاسکے۔اور آپکے ان خاص مجاہد مریدین کی لسٹ تیار کرکے ان پر جھوٹے مقدمات چلائے گئے جس کا مقصد صرف ان کو روزانہ بلاکر تنگ کرنا تھالیکن پیر صاحب نے احتجاج کیاکے ہر روزنہ بلایا جائے جس پر مزید سختی کی گئ تو پیر صاحب نے سب کو منع کردیاکے روزنہ جایا کریں۔ جب سب جماعت کے لوگ پولیس سے آزاد ہوئے تو پھر (گوریلا) جنگ کی تیاری کی۔ دوسری جانب انگریز نے پیر صاحب کو کراچی بلاکر کہاکے جو لوگ پیشی پر حاضر نہیں ہورہے ان کو کہیں کے حاضری پر ضرور آیا کریں۔ تب پیر صاحب نے گورنر صاحب کو فرمایاکے لوگ ہر روز بے جا حاضر نہیں ہوسکتے لہٰذاان کو مجبور نہ کیا جائے حکومت انصاف کرے اور امن پسند لوگوں کو تنگ نہ کرے تو بہتر ہے اوران کو اسلحہ اٹھانے پر مجبور نہ کرے ۔اس بات پر پیر صاحب کو حکومت نے کراچی میں ہی نظربند کردیااور کہاکے آپ کراچی میں ہی

****

(84)۔جامعہ راشدیہ ،این ای بلوچ، صفحہ 225۔

رہینگے ۔ اس کے بعد جنگ کی صورت پیدا ہوئی ۔ جس کو بڑی بہادری، جوانمردی، ارادے کی پختگی،اور مردانگی کی ضرورت تھی۔ پیر صاحب بڑے دلیر شخص تھےاور آپنے بڑے حوصلے اورتدبر سے کام کیاآپنے اسی ٹائم کراچی کو چھوڑا اور سیدھا اپنے مرکز گڑنگ بنگلہ سانگھڑ تشریف لے آئے اور اس کے بعد دربار پر آئے سب جگہ اپنے مریدین اور معتقدین کو اس بات سے آگاہ کیا۔ پیچھے حکومت نے پیر صاحب کے خلاف بغاوت کا مقدمہ تیار کیااور آپ کو گرفتار کیا۔آپ کے مریدین کو بھی گھروں سے اٹھا کر قید کیا گیا جس پر باقائدہ جنگ ہوئی اور پیر صاحب کے حروں نے انگریز کے ساتھ اعلانِ جنگ شروع کردی ۔ حُروں نے ایک ٹرین "لاہور میل" کو گرا دیا جس کے بعد "مارشل لا" لگادی گئی اور ہزاروں لوگوں کو قید کیا گیااور سینکڑوں کو " پھانسی "کے گھاٹ پر لٹکایا گیا بالاآخر 20 مارچ 1943 ء کو جناب پیر صاحب کو بھی شہید کیا گیا۔ جن کی جسد خاکی سے عزیز واقارب ، مردیدیں معتقدیں سے محروم رکھاگیا۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔

آپ کی شہادت کے بعد سندھ توڑے باہر کے لوگوں میں انگریز کے خلاف نفرت بڑھتی گئی اور سندھ میں حروں کے خلاف انگریز نے جنگ جاری رکھی اور یہ آخری جنگ تھی جو حُروں کے خلاف لڑی جارہی تھی۔ بالاآخر پیر صاحب کی شہادت کے چار سال بعد اللہ پاک نے پاکستان کوآزادی کی نعمت سے نوازہ اورایسے 1947ء میں پاکستان آزاد ہوا۔انگریز کا خاتمہ ہوا[85]۔

اللہ پاک، پاک وطن کوہر شر سے ہر بد نظر سے سلامت رکھے۔آمین۔

****

(85) جامعہ راشدیہ جاپنجاہ سال، مقالہ ڈاکٹر نبی بخش صفحہ 224،26

حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ پیر پگاڑا ہفتم

(محسنِ ملت، پیکر حریت)

حضرت پیر صاحب پگارا سید شاہ مردان شاہ ثانیؒ کو اکثر لوگ سیاستدان سمجھتے ہیں یا انہیں ان کی سیاسی پیشن گویوں کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو وہ حضرت پیر صاحب کو جانتے ہی نہیں۔ سیاست صرف آپ کی زندگی کا ایک رخ تھا۔ آپ ایک بڑے سلسلہ کے روحانی پیشوا، بر صغیر کی عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین، سینکڑوں دینی اور علمی ادبی اداروں کے سرپرست و بانی، ہزارہا علمائے کرام اور حفاظ کرام کے سرپرست، پاک و ہند جنگوں میں اپنے جوہر دکھانے والے حر مجاہدیں کے سپہ سالار، اہل علم، کثیر المطالعہ شخصیت، ان گنت نادار، لاچار اور مساکین کے کفیل، بڑے فیاض، بامروت، بااخلاق، باکردار، آداب و اخلاق کی سب خوبیوں کے مخزن، کمالیت کے اوصاف سے مزین، نہایت خشوع و خضوع اور لوگوں سے مخفی ہو کر اپنے رب کی حضور میں حاضر ہونے والے، شخصیت کے مالک تھے، آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب کے مانند تھی جس کا ہر صفحہ تابندہ، روشن اور منور تھا

حضرت پیر صاحب پگارا ہفتم، سید شاہ مردان شاہ ثانی المعروف سید سکندر علی شاہ، بر صغیر کی عظیم روحانی خانقاہ امام العارفین حضرت پیر سید محمد راشد صاحب الصوم (روزہ دھنی) قدس سرہ کے آٹھویں سجادہ نشیں، تحریک آزادی کے عظیم مجاہد، سید صبغت اللہ شاہ شہید سورھیہ بادشاہ کے بڑے صاحب زادے، 22 نومبر 1928ع بمطابق 7 جمادی الاخری، پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور میرس (سندھ) میں پیدا ہوئے۔

آپ سندھ کی خانقاہ عالیہ راشدیہ قادریہ کے ساتویں پیر پگارہ، آٹھویں سجادہ نشیں، حر جماعت کے روحانی پیشوا اور پاکستان مسلم لیگ فنکشنل کے صدر تھے۔[86]

****

(86)۔ مھران، اداریہ، از دین محمد کلھوڑو، جنوری سے مارچ۔ 2012۔

نام ونسب:

حضرت سید شاہ مردان شاہ ثانی ،آپ کا خاندانی نام ہے ، جو آپ کے جد امجد شمس العلماء حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اول کوٹ دھنی کی نسبت سے رکھا گیا، سید سکندر علی شاہ آپ کا عرفی نام ہے، آپ سلسلہ نسب میں پانچ واسطوں سے راشدی خانداں کے جد امجد حضرت پیر سید محمد راشد روزہ دھنی سے اور امام علی رضا، امام موسی کاظم ، امام حسین ، حضرت علی المرتضی اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنھم کے توسل سے اکیالیس واسطوں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں۔

جب آپ ، آٹھ برس کی عمر میں تھے تو اپنے خاندانی مرشد کے دربار کے سجادہ نشین سید محمد شاہ ثانی گیلانی کے دست بیعت ہو کر سلسلہ قادریہ میں شامل ہوئے۔آپ کے بزرگ سلاسل نقشبندی اور سنوسی میں بھی بیعت یافتہ تھے، مگر خاندانی روایت تحت اجازت یا بیعت صرف سلسلہ قادریہ میں کرتے تھے۔

آپ کے القاب:

اس خانقاہ کے متوسلین ، اپنے مرشدوں کو نام کے بجائے القاب سے یاد کرتے ہیں ، دیگر بزرگوں کی طرح، حضرت سید شاہ مردان شاہ کا لقب " چھپٹ دھنی " تھا، جو سندھی زباں کا لفظ ہے، اس کا مطلب ہے سائبان۔ اپنے بزرگوں کے مزارات پر روضہ تعمیر کراکے اس پر سونے کا گنبد لگوایا، اسی نسبت سے بھی کہتے ہیں۔ محسن ملت ، اور اعلی حضرت کے القاب سے بھی جماعت (مریدین اور معتقدین) یاد کرتے ہیں۔

تعلیم وتدریس:

احمد فقیر مہر نامی گھوٹکی کے ایک بزرگ اور حافظ امام بخش باقرانی والے نے ابتدائی تعلیم دی۔ اس کے بعد تحریک آزادی میں مصروف آپ کے والد گرامی سورھیہ بادشاہ کی گرفتاری اور

خانداں کی نظر بندی کے باعث تعلیم تعطل کا شکار ہوئی، 20 مارچ 1943ع کو حضرت سورھیہ بادشاہ کو شہید کیا گیا، آپ کے صاحبزادگان حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ اور میاں حزب اللہ شاہ المعروف نادر علی شاہ کو، تعلیم کے بھانے انگریز نے علی گڑھ کے طرف بھیجا۔

اس سفر کا احوال، پیر صاحب خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" کراچی سے ہمیں برقعے پہنا کر، علی گڑھ لایا گیا، وہاں ہم نے بہت دنوں بعد آزاد فضا میں سانس لیا، علی گڑھ میں دیگر تعلیم کے ساتھ ہماری درخواست پر برطانوی حکومت نے پراسیکیوٹنگ انسپیکٹر صدرالدین کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے مقرر کیا، جو کبھی کبھی سبق دیتا تھا، علی گڑھ میں کوئی خاص انتظام نہیں تھا، پھر جون 1946ع میں سمندری جہاز کے ذریعے لیورپول (انگلینڈ) پہنچایا گیا، وہاں کسی پبلک اسکول میں داخل کروانے کے بجائے ھیرو کے قریب پنر Pinner نامی ایک دیہاتی علاقہ میں ایک ریٹائرڈ فوجی میجر سی ڈیوس کے اسکول میں چھوڑا گیا، وہاں مسٹر پلفورڈ ٹیوٹر اور برطانوی پروفیسر ٹرنر نگران تھے۔

اس اسکول کے طلبا کی تعداد ہمیشہ 10-12 ہی رہی اور سارے ہی متعدد ممالک کے باغی رہنمائوں کی اولاد یا رشتیدار تھے۔ جن میں تھائی لینڈ، روڈیشیا، آئس لینڈ، عراق، ایران، حبشہ (ایتھوپیا) کے تھے۔ ان میں سے حبشہ کے بادشاہ "ہیل سلاسی" کے قریبی رشتیدار مسٹر "زوڈی" ہمارے قریب تھا، اسکول کا ماحول اتنا سخت تھا کہ کسی کو اپنی خاندان متعلق بات کرنے کی اجازت نہ تھی، اس اسکول میں مضامین کا انتخاب بھی طلباء کی مرضی سے نہیں تھا۔ حتا کہ امتحانات کی تیاری دوران عیسائیت کا مضمون Divinity (خدائی) بھی (مسلمانوں کو) پڑھایا جاتا تھا، حکومت پاکستان کے قیام تک یہ سلسلہ جاری رہا، پھر مدھیہ پردیش کے ڈاکٹر رحمان کی توجہ دلانے کے بعد حکومت پاکستان نے نوٹس لیا، اس کے بعد وہ نصاب تبدیل کیا گیا۔

وہاں پیر صاحب کو لاطینی اور برادر کو فرانسیسی کی تعلیم بھی دی گئی۔ 1952ع میں پاکستان واپسی اور گدی کی بحالی بعد اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کے نبیرہ مولانا

مفتی تقدس علی خانؒ آپ کے اتالیق بنے، جس نے اسلامی علوم کی تعلیم دی۔

نظر بندی:

1942ع میں حضرت سورھیہ بادشاہ کو انگریز نے گرفتار کرکے کراچی میں رکھا، اور صاحبزادگان کو گھر والوں کے ساتھ حراست میں لے کر کراچی میں بندر روڈ پر ماما پارسی اسکول کے قریب میر خدابخش ٹالپور کے گھر میں نظر بند کرکے پولیس کا پہرا لگایا گیا۔ وہاں کا منظر پیر صاحب خود یوں بیان کرتے ہیں:

" کسی سے ملاقات کی اجازت نہیں تھی۔ ہمارے ساتھ جو چار پانچ ملازم تھے، ان کو بھی باہر جاکر کسی سے بات کرنی کی اجازت نہیں تھی، وہ بھی ہماری طرح قیدی تھے۔ ہمارے ساتھ دو مرد ملازم تھے، ان میں سے ایک کو ہم نے واپس جانے پر مجبور کیا، بڑی مشکل سے اس نے ہاں کی، کیونکہ وہ ہمیں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ حقیقت میں وہ وقت ہمارے لیے بہت مشکل تھا، نظربندی کے علاوہ اور بھی بہت مشقتیں تھی، ہمیں کسی قسم کی طبّی امداد بھی نہیں ملتی تھی۔ اس لیے ہم نے کسی بے قصور ملازم کو اس تکلیف میں ساتھ رکھنا گوارا نہیں سمجھا۔ مگر انھوں نے ہمارے ساتھ کو ترجیح اور اہمیت دی۔ ہمارے والد محترم پیر سید صبغت اللہ شہید پر حیدرآباد کی جیل میں خصوصی مارشل لا تحت مقدمہ چلا، انگریز نے پھانسی کی سزا سنا کر 20 مارچ 1943ع کو انہیں شہید کردیا۔ اور ہمیں ایک پولیس آفیسر مسٹر محمود حسین کی نگرانی میں علی گڑھ بھیجا گیا۔ وہاں سے انگلینڈ جلاوطن کردیا گیا۔

آزادی پاکستان اور حر:

14 آگسٹ 1947ع کو اللہ کریم کے فضل سے قیام پاکستان کا اعلان ہوا۔ آزادی کا پرچم لہرایا گیا، اس نئے ملک کی خوشی میں، سب سے حضرت سورھیہ بادشاہ کا خاندان، صاحبزادگان اور ان کے حر مجاہدیں بھول گئے۔ تحریک آزادی میں جن کی املاک ضبط کی گئی، مکان جلائے گئے، جن کی اولادیں قتل کی گئی، انہیں قید و بند میں محصور رکھا گیا، جنہون نے "سر" "خان بہادر" جیسے القاب

کے بجائے آزادی کے خاطر جام شہادت کو ترجیح دی۔

نئے ملک کی آزاد فضا میں اپنے خوابوں کا پرچم انہوں نے قید کے سلاخوں کے پیچھے دیکھا، ادہر وطن سے دور، سورھیہ باشاہ کے صاحبزادوں نے دیار غیر میں اپنے آزاد وطن کا اعلان سنا۔ پاکستان کے نام سے ایک آزاد ملک بن گیا، مگر اس آزادی کے خاطر جدوجہد کرنے والے قیدی ہی رہے۔

گدی کی بحالی:

حضرت پیر صاحب پگارہ کے بقول:

سنہ 1949ء میں، وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خاں، لندن کے دورہ پر آئے، تو برطانیہ میں مقرر پاکستانی ہائی کمشنر ابراہیم رحمت اللہ کی کوشش کے بعد نوابزادہ نے مجھے اور میرے بھائی میاں نادر علی شاہ کو اپنی قیام گاہ "کلیرجز" ہوٹل پر بلایا۔ تحریک آزادی میں ہماری خاندانی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہاکہ حکومت پاکستان، تمہاری گدی کی بحالی، اپنا فرض سمجھتی ہے۔ان کی زبانی یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے۔

اس کے بعد بات آگے نہ بڑہی، 1952 میں اس کی بحالی تک کی درمیانی صورتحال متعلق خود حضرت پیر صاحب پگاڑا بیان کرتے ہیں کہ:

ہو سکتا ہے کہ ہمارے وہ مہربان، جو پیر صاحب سورھیہ بادشاہ کے زمانہ میں انگریز کے دست راست اور معاون خاص تھے، ہماری وطن واپسی سے پریشاں ہوں اور ہم سے خائف ہوں، اس بات کا کافی مواقع پر انہوں نے اظہار بھی کردیا تھا، ہماری آمد پر انہوں نے سوچا حر ہمیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر بدلہ لیں گے۔

حر جماعت 1947 سے 1951ء تک حکومتی اقدامات کو دیکھتے رہے، جب حکومت کی طرف سے کوئی امید افزا پیش رفت نہ ہوئی تو اپنے مرشدزادوں کی وطن واپسی اور دس سال سے تعطل کی شکار گدی کی بحالی کے لئے حر جماعت کے سرکردہ راہنما میدان میں اترے۔ خانقاہ راشدیہ

کے خاندانی مرشد حضرت پیر سید افضل شاہ گیلانی (سجادہ نشین خانقاہ چناہ شریف ضلع جھنگ ، پنجاب) ، مٹیاری کے سید محمد علی شاہ جاموٹ، خانقاہ مشوری شریف کے حضرت پیر محمد قاسم مشوری، بھرچونڈی شریف کے بزرگ پیر عبدالخالق ، استاذ العلماء مولانا محمد صالح مہر، علی بخش لغاری، محمد حیات جونیجو، محمد موسیٰ وسان، فقیر محمد بچل خاصخیلی، ملوک فقیر مہر، محمد رحیم مہر، خلیفہ احمد فقیر لغاری دیگر احباب نے مختلف اوقات میں وفود کی صورت میں گورنر سندھ شیخ دین محمد کشمیری سے ملاقات کرکے گدی کی بحالی پر زور دیا۔ گورنر صاحب خانقاہ چناہ شریف کا مرید تھا، ان کی ہمدردیاں بھی حر جماعت کے ساتھ تھی۔

ان کوششوں کے نتیجہ میں جب حضرت پیر صاحب اور برادر پاکستان تشریف لے آئے تو ان کی آمد سے چھ دن قبل قائد ملت لیاقت علی خان شہید ہوچکے تھے، آپ سب سے اول ان کی گھر تعزیت کے لئے گئے۔ دوسری طرف برطانوی حکومت کی پالیسی پر حکومت سندھ نے گدی کی بحالی سے قبل طویل شرائط پر مبنی ایک فہرست بھی بھیج دی کہ آپ کو یہ نہیں کرنا، وہ نہیں کرنا۔ حضرت پیر صاحب نے یہ شرائط نہیں مانے، گورنر کشمیری نے غیر مشروط طور گدی کی بحالی کا اعلان کیا۔

تاجپوشی:

حر جماعت کے اندر یہ منفرد اصول ہے کہ وصال پانے والے بزرگ کی تدفین سے قبل ہی اپنے مرشد کے انتخاب کا فیصلہ کرکے اسے گدی پہ بٹھایا جاتا ہے، پھر اسی کی نگرانی میں وصال پانے والے بزرگ کی تدفین کی جاتی ہے۔ حر جماعت کے انتظامی امور کے لئے 16 خلفاء ہیں، جن میں 12 کا تعلق سالم جماعت اور 4 کا تعلق فرق جماعت سے ہوتا ہے۔(سالم اور فرق کا بحث آئندہ صفحات میں بیاں ہوگا)، ان خلفاء کی مشاورت سے نئے پگاڑا کا انتخاب ہوتا ہے۔

اس خانقاہ کے سجادہ نشیں "پگاڑا" (پگڑی والے ، صاحب دستار) کے نام سے موسوم ہوتے ہیں، اس کا پس منظر کچھ اس طرح ہے:

سندھ کے ایک معروف نقشبندی بزرگ مخدوم محمد اسماعیل پریالوی علیہ الرحمۃ کو مراقبہ

میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل اقدس کی حاضری کا شرف ملتا تھا۔ ایک بار حضرت پیر سید محمد بقا شاہ پٹ دھنی علیہ الرحمۃ بھی اس محفل میں شریک ہوئے، دربار رسالت مآب ﷺ سے پگڑی مبارک (دستار) عنایت ہوئی۔ حضرت سید محمد بقا نے دین اور طریقت کی یہ پگڑی اپنے فرزند امام العارفین حضرت سید محمد راشد روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کے طرف منتقل کی، آپ کے وصال (1234ھ) کے بعد آپ کے اولاد میں سے بڑے بیٹے سید صبغت اللہ شاہ اول کو یہ پگڑی ملی، تو آپ اول پگ وارو (پگڑی والے) کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کے دوسرے برادر پیر محمد یاسین کو وراثت میں جھنڈا ملا تو آپ اول جھنڈہ والے (صاحب العَلم) مشہور ہوئے۔

حضرت سورھیہ بادشاہ کے صاحبزادگان کی وطن واپسی نے حر جماعت میں نئی روح پھونک دی۔ امید کی کرنیں قریب سے دکھائی دینی لگی، دس سال کے طویل تعطل کے بعد خانقاہ کے رنگ نکھرنے لگے۔ 4 فروری 1952 کو خانقاہ شریف کی جامع مسجد کے ممبر پر حضرت سورھیہ کے نوجوان صاحبزادہ جلوہ فگن تھا، دیدار کو ترستی ہوئی حر جماعت کی آنکھوں نے دس سال سے ان لمحات کا بے تابی سے انتظار کیا تھا۔ عالمی شہرت یافتہ اسکالر (اس خانقاہ کے مرید) حضرت پیر صاحب کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ساتھی، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے، ساتویں پیر پگاڑا کے طور حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ ثانی کا اعلان کیا تو خانقاہ کی فضا "بھیج پگارہ" کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔

سب سے اول چناہ شریف کے جانشیں پیر سید افضل شاہ گیلانی، پھر برادر میاں نادر علی شاہ، سید علی شاہ راشدی، راشدی خاندان کے معززین پھر ملک بھر سے آئے ہوے معزز مہماناں نے دستار بندی کے (بل دینے کی) رسم میں شرکت کی۔ اس کے بعد حر جماعت کی روایت موجب خلفاء میں سے غازی فقیر منگریو (چوکی جیسلمیر) فقیر خالڈنہ کیریہ (چوکی نارہ) ملوک فقیر پھوڑ (چوکی بان) کمال فقیر راجڑ (چوکی اچھڑو تھر) عیدل فقیر نہڑی (چوکی کھاہوڑ) الھچایہ فقیر وکیہ (چوکی کلیاں) فقیر عبدالحمید انڑ (چوکی شہدادپور) فقیر فتح محمد چھچھر (چوکی کھتہ) حضور بخش گاہو (چوکی گاہکی)، فقیر ولی محمد گاڈیواں (چوکی لاڑ) فقیر میر محمد بھیہ (چوکی پار) احمد فقیر لغاری (طریقہ

وریامانی)، سرائی سانون خان نظامانی (طریقہ نظامانی) ملوک فقیر مہر (طریقہ یوسفانی) اور خلیفہ عبداللطیف سلاوٹی (طریقہ سلاوٹ) اور دیگر میں سے رئیس محمد حیات جونیجو، رئیس علی مراد خاں سنجرانی، میر راج محمد ٹالپور اور علی خان سنجرانی نے اپنی پگڑیاں (دستاریں) پیش کی۔ یاد رہے کہ حر تحریک کے دوران انگریز سے وفاداری کرنے والے راشدی برادراں پیر علی محمد راشدی اور پیر حسام الدین راشدی اس محفل کے شرکاء تھے، بلکہ حسام الدین راشدی نے توڈاکٹر بلوچ صاحب کے ساتھ نظامت بھی کی تھی۔

نوٹ: چوکی اور طریقہ یہ حر جماعت کے اصطلاح ہے، متعلقہ علاقہ جات کی جماعت کی نمائندگی کرنے والے کو خلیفہ اور مکھ اور علاقہ کو چوکی کہتے ہیں، ہر ایک خلیفہ اپنے کئی اسسٹنٹ کے ساتھ جماعت کی دیکھ بھال کرتا ہے اور مقرر ماہ پر خانقاہ شریف کے خدمت کے لئے جماعت کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح مع تعریف ابتدائی صفحات میں بھی مذکور ہے۔

اہل واولاد:

حضرت پیر سید شاہ مردان شاہ نے، پہلی شادی مخدوم الملک غلام میراں شاہ (ملتان) کی صاحبزادی سے 1953ع میں کی، جس سے تین فرزند حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ پیر پگارا ہشتم المعروف "راجہ"، پیر سید علی گوہر شاہ راشدی (سابق وفاقی وزیر)، پیر سید صدرالدین شاہ راشدی (وفاقی وزیر اوورسیز پاکستانیز) اور دو صاحبزادیاں ہوئی۔ دوسری شادی اپنے خاندان میں سید محمود شاہ راشدی کی صاحبزادی سے 1996ع میں کی، جس سے ایک فرزند سید حزب اللہ شاہ راشدی اور دو صاحبزادیاں ہوئی۔

حج اور عمرہ کی سعادت:

سنہ 1968 میں آپ فریضہ حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے، اس وقت یہ بات بہت کم لوگ جانتے تھے کہ پیر صاحب کہاں ہے، وہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اپنے آپ کو مخفی رکھا، ہمہ وقت عبادت الاہی میں مصروف رہتے۔ علامہ سید شبیر الہاشمی نے آپ کو مدینہ منورہ میں اکثر

فوٹ پاتھ پر دیکھا۔ حضرت پیر صاحب کے اس سفر پر علامہ صاحب نے ایک بہت معلوماتی اور عمدہ کالم لکھا ہے۔ دو مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ ایک بار سنہ 1991 میں۔ دوسری بار کا وقت معلوم نہیں ہوسکا۔ میرے ناقص علم مطابق حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حج اور دو عمرے کیے۔ حضرت پیر صاحب نے یہ سنت ادا کی۔

وصال مبارک:

22 نومبر کو دھوم دھام سے ہنستے مسکراتے ہوئے اپنی زندگی کی آخری سالگرہ منا کر، علاج کے لئے آغا خان ہاسپیٹل میں ایڈمٹ ہوئے، جسم میں بڑھتے ہوئے انفیکشن پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو خصوصی طیارہ میں لندن لایا گیا، جہاں لیڈی ویلنگٹن ہاسپیٹل میں زیر علاج رہے۔ اسی ہسپتال میں بتاریخ 10 جنوری 2012 مطابق 16 صفر المظفر 1433ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ وہاں سے جسد اقدس کو پاکستان لایا گیا، پیر جو گوٹھ خیر پور سندھ میں اپنے بزرگوں کی پہلو میں مدفون ہوئے۔

حصۂ سوم

جامعہ راشدیہ کی خدمات (عقائد کے تناظر میں)

۱۔ جامعہ راشدیہ کی تاریخ وعمارت

2۔ جامعہ راشدیہ کے اساتذہ ومشائخ کی اصلاحِ عقائد میں تدریسی وتصنیفی مساعی

3۔ ماہانہ "الراشد" اور عقائد سے متعلقہ مضامین

۴۔ اختتامیہ

حصۂ سوم: جامعہ راشدیہ کی خدمات (عقائد کے تناظر میں)

عقائد کے تناظر میں سندھ کی مختصر تاریخ

جزیرۂ عرب سے سندھ کا تعلق آپ علیہ الصلواۃ و السلام کے عصر سے ہی رہا ہے، جب نیرون کوٹ سے چند افراد پر مشتمل ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور صحبت کا شرف حاصل کیا۔ یہ لوگ واپسی پر اپنے ساتھ عرب صحابہ اکرام کو بھی لائے۔ اس مبارک جماعت نے دین کی تبلیغ و ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا۔[87] سندھ و ہند میں موجود فکری بے راہ روی کا سد باب کر دیا۔ یوں 23 ہجری تک تبلیغ دین کا سلسلہ جاری و ساری رہااور خلیفہ ثانی حضرت عمر کے دور میں ایک لشکر نے سندھ و ہند کے علاقے فتح کرنے کی ابتدا کی۔ اور یہ سلسلہ 41ھ تک جاری رہا۔[88] بالآخر 91 ھ میں سندھ محمد بن قاسم[89] کے ہاتھوں فتح سے ہم کنار ہوئی اور یوں سندھ کے راستے پورے بر صغیر میں اسلام کا نور پھیلا۔

1400 سال گذرنے کے بعد اب بھی سندھ میں اسلام لوگوں کی دلوں میں جا گزین ہے۔ اس طویل عرصے کے دوران سندھ کے امراء، وزراء اور حکماء پر دنیا کی بڑی بادشاہتوں کا فکری، مذہبی اور لسانی اثر و رسوخ رہا۔ ابتدائی 10 صدیوں تک اہل سنت اور حنفی مذہب کا غلبہ رہا۔

****

(87) مدح نامہ سندھ، مخدوم محمد ھاشم ٹھٹھوی، علامہ محمد ادریس ڈاہری، ادارہ خدمت القرآن والسنہ، شاہ پور جہانیہ، نواب شاہ سندھ۔ ص 128

(88) تاریخ سومرہ سندھ، وزیر علی، ابن اسماعیل سومرہ پبلی کیشنز، جڑیا پور چکس، مارچ 2001ء، سندھی ادبی بورڈ آن لائن لائبرری، ص 21۔

(89) محمد بن قاسمؒ طائف میں ثقفی قبیلہ کے ایک مشہور خاندان کے یہاں ۷۲ ہجری میں پیدا ہوئے، صرف ۱۷ سال کی عمر میں محمد بن قاسمؒ ایک فوجی کمانڈر کی حیثیت سے سامنے آئے اور سندھ کا علاقہ فتح کیا۔ بعد ازاں سلیمان بن عبد الملک نے محمد بن قاسمؒ کو جیل میں بند کر دیا۔ مختلف طرح سے تکلیفیں دیں۔ غرض ۹۵ ہجری میں فاتح سند محمد بن قاسمؒ صرف ۲۳ سال کی عمر میں وفات کی۔ (تاریخ سندھ، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ، ص 228-229)

اس دوران سومرہ، سماں، ارغون، ترخان اور مغل حکمرانوں نے سندھ پر حکومتیں قائم کیں۔ جس کی وجہ بغداد اور افغانستان کے حکمران تھے۔ مگر 1701ء میں میر ٹالپر، حکومت کا قیام عمل میں آیا جن کا فکری میلان رافضیت کی طرف تھا۔ ان حکمرانوں نے سندھ میں رافضیت کی تبلیغ اور ترویج میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اور حکومتی مشینری کا بے انتہا استعمال کرتے رہے۔ کچھ حکمراں بذات خود اس میں شامل رہے یہاں تک کہ سرکاری امور معطل کرکے خصوصی طور پر مجالس میں شرکت کرتے تھے۔ جس طرح میر فتح علی ٹالپر[90] کوٹ ڈیجی قلعہ میں ماتمی مجالس میں شرکت کرتے تھے اور تمام سرکاری و عوامی امور معطل کر دیئے جاتے تھے۔[91] تالپوروں کے تمام حکمرانوں نے اپنے ادوار میں یہ انداز اپنایا اور اس کے بعد انگریز سامراج کا دور آیا جنھوں نے مسلمانوں کے درمیان ہر طرح سے فرقہ بندی کو ہوا دی۔

ان تینوں ادوار میں جب رافضیت کو ترویج دینے کی کوششیں کی گئیں تو علماء اکرام نے بھرپور انداز میں عقائد حق کا تالیف وخطابت کے ذریعے دفاع کیا اور اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ ان علماء میں جامعہ راشدیہ سے فارغ التحصیل علماء ہر دور میں نمایاں رہے حتی کہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ان علماء میں سر فہرست پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی سورھیہ بادشاہؒ (ولادت: 23 صفر 1327ھ۔ بمطابق 1909ء۔ شہادت: 14 ربیع الاول 1362ھ بمطابق۔20 مارچ 1943ء) اور مفتی محمد صالح مہر، مفتی صاحب داد جمالی وغیرہ شامل ہیں جن کا ذکر آئندہ صفحات میں تفصیلا بیان کیا جائے گا۔

****

(90) میر فتح علی تالپر کی وفات 1811ء میں ہوئی۔ نے کلھوڑا حکمرانوں کو شکست دے کر سندھ پر ٹالپروں کی حکمرانی قائم کی تھی۔ اور اپنی وفات سے پہلے اپنی مملکت کو اپنی اولاد میں تقسیم کرنے کی وصیت کی تھی۔ (حیدرآباد جی تاریخ، روشنی پبلی کیشنز، کنڈیارو سندھ، سن اشاعت 2003ء، سندھی ادبی بورڈ آن لائن لائبریری، ص 33)

(91) ملاحظہ ہو: محرابپور جی عزاداری، مولائی ملاح، مولائی پبلی کیشنز محراب پور، ص 116

جامعہ راشدیہ کی تاریخ، اہداف اور عمارت

حضرت پیر صاحب سید محمد راشد المعروف روزہ دھنی قدس سرہ (ولادت 1 رمضان 1171ھ، بمطابق 9 مئی 1758ء، وصال 1 شعبان 1234ھ بمطابق 26 مئی 1819ء) 13 ویں صدی ہجری کے محی الاسلام اور مجدّد دین گذرے ہیں۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچانے میں وقف کردی۔" تحریکِ احیائے ذکر لاالہ الا اللہ اور احیائے سنت" کے سلسلے میں سندھ وہند کے مختلف علاقوں؛ لاڑ، جیسلمیر (موجودہ انڈیا)، کچھ، بلوچستان، گجرات (موجودہ انڈیا) جیسے دور دراز اور مشکل ترین علاقوں کا سفر کرکے لاکھوں گمراہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت پر لائے۔[92]

آپ کے وعظ ونصائح علم وعرفان، رشد وہدایت کے بے بہا موتی ہیں، جو آج بھی حق کے طالبوں کے لئے ذریعۂ ہدایت اور باعث نجات وفلاح ہیں۔ اس عظیم اور بے مثال روایت کو زندہ رکھتے ہوئے، درگاہ پیر جو گوٹھ کے ہر سجادہ نشین نے احسن طریقے سے ملک اور ملت کی خدمت کی اور کرتے آرہے ہیں۔ ان دینی وملی خدمات کے عوض آپ اور آپ کے خاندان کو جانی ومالی صورت میں بڑی بھاری قیمتیں بھی ادا کرنی پڑیں۔ لیکن ہمیشہ باطل کے سامنے سینہ سپر رہے۔ اسلام کی عزت اور وقار کی بھرپور حفاظت کی۔

رجب 1890ء میں پیر سید شاہ مردان شاہ اول پنجم پیر پگارا مسند رشد وہدایت پر جلوہ افروز ہوئے تو سندھ سیاسی، سماجی، علمی واخلاقی یعنی زندگی کے ہر میدان میں زوال وپستی کی طرف رواں دواں تھی۔ انگریز پورے سندھ اور ہند پر قابض ہوچکا تھا۔ ان کی سرپرستی میں کفر، الحاد، و نصرانیت کا لٹریچر عام ہورہا تھا۔ ان تمام فتنوں کے خلاف ہر قسم کی تحریکیں بلکل ٹھنڈی ہوچکی تھیں۔ ایک طرف انگریز اپنا نظامِ حکومت بڑی ہوشیاری سے چلارہا تھا اور دوسری طرف بر صغیر

****

(92) 1۔ جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال، مرتب مفتی محمد رحیم سکندری، 2۔ عظیم درسگاہ جامعہ راشدیہ، مقالہ نگار، مفتی محمد اسماعیل میمن سکندری، ناشر: جمعیت علماء سکندریہ پاکستان، ص 278

سکتہ کی حالت میں تھا۔ باثر وامیر لوگوں کو فرضی خطابات اور جاگیریں دیکر خرید لیا تھا۔ایسے لوگوں نے انگریز کی خوشامد اور وفاداری کو اپنا مقصدِ حیات سمجھا۔ان ناموافق اور ناسازگار حالات میں انگریز سامراج کا سامنا کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔اس لئے آپ نے ماضی کے طریقہ کار اور پالیسی کو ایک طرف رکھ کر علی الاعلان مقابلہ کرنے سے حکمۃً احتراز کیا۔ مگر اندرونی طور پر مسلمانوں میں قرآن وسنت ، تاریخ اسلام کی تعلیم اور تربیت کا اہتمام کرنے کے لئے 1322ھ بمطابق 1901ء میں اسلامی علوم وفنون کی عظیم درسگاہ جامعہ راشدیہ کی بنیاد رکھی۔ (93)

پیر سید شاہ مردان شاہ اول نے طلبہ کی علمی ضروریات کے ساتھ ساتھ خورد ونوش کے تمام اخراجات بھی اپنے ذمہ لئے۔ زمانے کے ساتھ جامعہ بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہوئی۔ جہاں مسلمانوں کو قرآن کریم کے مطابق صحیح عقیدہ اور علوم دینیہ سے بھی مستفیض کیا گیا۔ اور جامعہ راشدیہ کی سرپرستی میں کلامِ پاک کی تعلیم کے لئے دور دراز قصبوں میں بھی ذیلی مدارس کا اہتمام کیا گیا۔اس کے ساتھ ساتھ اسلامی لٹریچر عام کرنے کے لئے اسلامی کتب کی نشر واشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ سندھی زباں میں تفسیرِ کوثر شاہ مرداں شاہ بھی اسی سلسلہ کی ایک شاہکار ہے۔ گویا کہ تحریری وتدریسی انداز میں امر بالمعروف والنھی عن المنکر کی بھرپور کوشش کی گئی۔انگریز کی پیدا کردہ سماجی برائیوں جیسا کہ بچیوں کے نکاح کی عمر مقرر کرنے وغیرہ کے خلاف مختلف مثلا: نکاح کی برکات ، زنا کی آفات وغیرہ ، رسائل چھپوا کر مفت تقسیم کیے گئے آپ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام تک یہ درسگاہ اسلامی تعلیمات کا مرکز بن چکی تھی۔ (94)

سن 1921ء میں جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت جامعہ کی ترقی رک گئی۔ اور آپ کا وصال درسگاہ کے لئے عظیم سانحہ سے کم نہ تھا۔ سید شاہ مرداں شاہ اول کے وصال کے بعد ان کے

****

(93) 1۔جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال ، مرتب مفتی محمد رحیم سکندری ،2۔ عظیم درسگاہ جامعہ راشدیہ ، مقالہ نگار ، مفتی محمد اسماعیل میمن سکندری ، ناشر : جمعیت علماء سکندریہ پاکستان ، ص 278

(94) ایضاً ، ص 279

صاحبزادے پیر سید صبغۃ اللہ شاہ المعروف سورھیہ بادشاہ شہید، سجادہ نشیں بنے۔ جنہوں نے انگریز سامراج کا تسلط محسوس کرتے ہوئے اپنے لاکھوں مریدین کے ساتھ عَلمِ بغاوت بلند کیا اور جہاد کی کوششیں تیز کردیں۔اس دوران تقریبا 31 سال تک کا عرصہ جامعہ تعطل کا شکار رہی۔[95]

جامعہ راشدیہ کی عمارت

اس عظیم درسگاہ کی عمارت نہایت عمدہ، پرکشش اور مضبوط بنائی گئ ہے۔ عمارت کے دو مرکزی دروازے درسگاہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ 12 فٹ کے وسیع سڑک کے اختتام پر یہ دروازے لگے ہوئے ہیں۔ ہر حصے میں 5 وسیع کمرے ہیں۔ اور ہر کمرہ کی لمبائی 26 فوٹ اور چوڑائی 13 فوٹ ہے۔ چھت تمام اونچی اور دیواروں کی موٹائی ڈھائی فوٹ ہے۔ عمارت کے مَشرقی طرف مسافر طالب علموں کی رہائش اور باوَرچی خانہ ہے۔ دونوں حصوں کے درمیان چار کمروں پر مشتمل ایک وسیع حال جو عالیشان بیٹھک ہے جس میں جامعہ راشدیہ کے اساتذہ اور اہل علم کی رہائش گاہیں تیار کی گئ ہیں۔اس وقت عمارت کا وہ نقشہ کچھ تبدیلی سے آج بھی موجود ہے اور اس میں توسیع اور تعمیر بھی کی گئ ہے۔[96]

کتب خانہ جامعہ راشدیہ کا قیام

طلبہ واساتذہ کے علمی ذوق وشوق کو بڑھانے اور ان کی علمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جامعہ راشدیہ سے متصل ایک عظیم لائبریری تعمیر کی گئ ہے۔ جسے در اصل پیر پاگارہ شاہ مردان شاہ ثانی نے کروڑوں کی لاگت سے دوبارہ تعمیر کیا۔اس کتب خانہ کو سندھ بھر کے کتب خانوں میں اہم مقام حاصل ہے۔جس کی وجہ یہاں پر موجود قدیم مخطوط کتب ہیں۔ پیر صاحب پگارہ شاہ مردان شاہ ثانیؒ جن کے باقی امور سے تو بہت لوگ واقف تھے مگر آپ کتب بینی کے بے حد شوق

****

(95) سندھ جی قدیمی دینی درسگاہ جامعہ راشدیہ، مقالہ نگار حافظ محمد عیسی سومرہ، ص 284

(96) الراشد، محسن ملت، حافظ عبدالقیوم مہر محرم صفر 1436ھ، ص 42-48

وذوق رکھنے والے تھے، جس سے کم ہی لوگ واقف ہیں۔آپ کے کتب خانہ میں موجود کتابوں کی تعداد تقریباً پچاس ہزار سے زائد ہے۔یہ کتب خانہ اپنے اندر مختلف موضوعات پر کتابیں سموئے ہوئے ہے۔ جن میں اہم مضامین: قرآن مجید، تفسیر، حدیث،اصول حدیث، سیرت، تصوف، فقہ ، اصول فقہ، تاریخ، لسانیات: ہر زباں کا گرامر ،منطق، فلسفہ، عقائد، علم معانی، ادب، تحقیق، حکمت، ہومیو پیتھک، انسائیکلوپیڈیاز،ڈکشنریز، اسٹرالاجی، اسٹرانامی، کھیل، وایلڈلائف، فسٹز نالیج، عرب نالیج، ارتھ نالیج،ورلڈ آرٹ، سیولائیزیشن، پولیٹکس، سائنس، ریاضی ، اجیپٹ نالیج، چلڈرن نالیج، اکنامکس، کامرس، میوزک، اسٹوریز، ڈراما، بایو گرافیز، کلچر، ایجوکیشن، فوٹو گرافی، جنسیات، امپارٹنٹ پرسن، مسلم ہسٹری، سائیکالاجی ڈیزرٹ، اینیملز، فلاسفی وغیرہ شامل ہیں۔ تاریخی پیرائے میں ان تمام کتب کی قدر اور احترام، کتب خانے کا قیام سجادہ نشین پگارہ کی ایک شاندار روایت رہی ہے۔[97]

کتب خانے پر 1943ء میں مشکل وقت آیا جب انگریز کی ظالمانہ حکومت نے پیر سید صبغۃ اللہ شاہ ثانی المعروف سورھیہ بادشاہ کو شہید کیا اور ان کے ساتھ دربار شریف پر رکھے گئے خاندانی آثار اور نایاب اشیاء کے ساتھ ساتھ علم کے ذخائر کو بھی لوٹا۔ بعد ازاں سکھر لیکر گئے۔ان کتابوں کو خطیر رقم میں بیچا گیا، صرف چند قرآن پاک اور دینی کتب سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کو دی گئیں۔[98]

1945ء جب مدرسۃ الاسلام کراچی کے اندر قائم کردہ سندھ مسلم کالج میں ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ بطور استاد مقرر کیا گیا، تب انہوں نے کتابوں کو زمیں پر پڑے ایک ڈھیر کی صورت میں پایا اور دو دن میں ایک ایک کرکے ان تمام کتب کا جائزہ لیا جس میں سے دو نایاب کتابیں ملیں جو انگریز حکمرانوں کی نظر سے اوجھل رہ گئی تھیں۔ یہ کتب خانہ پاگارہ خاندان کی تصنیف کردہ تھیں جن

****

(97) ماہانہ الراشد، محسن ملت، حافظ عبدالقیوم مہر، شمارہ نومبر دسمبر 2014ء ص

(98)، تئیں شاندار "جامعہ راشدیہ" کتب خانہ جو قیام۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ص 293

میں سے ایک اصغر سائیں کے کلام کا مجموعہ ہے۔ جو پیر پگارہ اول سید علی گوہر شاہ اول کی سندھی میں شاعری کا مجموعہ تھا۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کے مطابق سخن کی دنیامیں آپ کی کمالیت کا ثبوت اس مجموعے کو پڑھنے سے ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری کتاب پیر سید صبغۃ اللہ شاہ ثانی (المعروف سورہیہ بادشاہ) کا رتناگیری جیل میں لکھی گئی، بیاض، بھی ہے یہ کتابیں ڈاکٹر صاحب نے اپنے پاس محفوظ رکھیں اور پیر سید شاہ مردان شاہ ثانی کو تاج پوشی کے بعد پیش کیں۔ (99)

ڈاکٹر نبی بخش خان کے مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاندان پیرانِ پگارہ علمی ذوق وشوق رکھنے والا تھا اور پیر سید شاہ مردان شاہ ثانی نے ایک عظیم کتب خانہ تیار کرکے اس علمی روایت کو انگریز کے ظلم کے بعد دوبارہ زندہ کیا ہے۔ پیر صاحب نے دوبارہ کتب خانہ قائم کرکے اس تاریخی انتقام کو اپنے عزم اور عظمت سے کالعدم کیا ہے۔ پیر صاحب شاہ مردان شاہ ثانی کو بڑے عرصے سے کتابوں سے محبت اور ان کے مطالعے کا شوق رہا ہے، اور ان کی اس ذوق اور شوق کے ساتھ اتنی کتابیں جمع ہو گئیں کہ آپ کی آرام گاہ میں ایک عظیم کتب خانہ قائم ہو گیا تھا۔

چار پانچ سال سے پیر صاحب کو اسی بات کا خیال تھا کہ کتب خانے کے لئے جامعہ راشدیہ کے سامنے ایک الگ عمارت تیار کی جائے جس میں اپنی ذاتی کتابیں اور جامعہ راشدیہ کی جمع کی گئی کتابیں محفوظ کی جائیں، اور جب دو منزلہ عمارت تیار ہو گئی، تو اپنی ذاتی کتابیں اس عمارت میں منتقل کیں اور جامعہ راشدیہ کی کتابیں بھی منتقل کی گئیں۔

دوسری جانب تعلیمی درسگاہ جامعہ راشدیہ کے لئے اعلی علمی اور تحقیقی کتابیں خریدنے کا حکم جاری کیا جو حتی الامکان پورا ثابت ہوا۔ آپ کا فرمان ہوتا تھا کہ نایاب اور قیمتی کتابوں کو خطیر قیمت میں بھی خریدا جائے، اور پیشہ ور کتاب بیچنے والوں سے پرہیز کی جائے۔ باوجود اس کے اپنی طبعی سخا اور کتابوں کی قدردانی والے جذبے کے تحت بعض بڑی قیمتیں بھی ادا کیں۔ خاص طور پر ایک قلمی قرآن پاک کی اعلی کتابت اور زینت اور قرآن پاک کی عزت اور عظمت کو مد نظر رکھتے

****

(99)، تئیں شاندار "جامعہ راشیہ" کتب خانہ جو قیام۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ص293

ہوئے اس قلمی نسخہ کے لئے 2 لاکھ روپے رائج الوقت نظرانہ بھی ادا کیا جو آپ کی پاک کلام اور علمی ذوق کا ثبوت ہے۔(100)

پیر صاحب کی ذاتی کتب میں سے خاص انسائیکلوپیڈیاز کی کافی تعداد شامل ہے۔اسی طرح عصر حاضر کے مطابق کتب بھی جمع کی گئی ہیں اور ساتھ ہی عربی اور فارسی میں تصنیف کی گئی دینی اور دوسرے موضوعات پر نایاب تصانیف شامل ہیں۔ جس میں بڑا ذخیرہ قلمی کتب کا ہے، اس میں سے ایک محی الدین ابن العربی کے 66 قلمی رسالے ہیں جو ایک بڑا علمی و فکری خزانہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ایسے 34 رسالے موجود ہیں ۔اور تصوف میں کتاب "مرصاد العباد" جس کا سن طبع 700 صدی ھجری ہے بھی اس کتب خانے کی زینت ہے۔اس کتب خانے کے متعلق پیر صاحب کا فرمان ہے کہ یہ جامعہ راشدیہ کا کتب خانہ ہے، اسی وجہ سے اسے کتب خانہ جامعہ راشدیہ کہا جاتا ہے۔(101)

جامعہ راشدیہ کے اساتذہ و مشائخ

جامعہ راشدیہ کے بانی اور سرپرست اعلی، پیر سید شاہ مردان شاہ اول علم و عرفان کے درخشنداں ستارے تھے۔ جن کے علمی کمالات کا اعتراف ان کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔ وقت کے علماء نے آپ کو "شمس العلماء" کا خطاب دیا تھا۔ فقہی مسائل پر آپ کا فتویٰ حرف آخر ثابت ہوتا تھا۔آپ علم دوست اور نہایت فیاض تھے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے شان اقدس پر فدا ہونے والوں میں سے تھے۔آپ اس دور کے مشہور نعت خواں محمد صالح داؤد پوٹو روہڑوی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور نعتیں سنا کرتے تھے اچھے اشعار پر اسے بے حساب انعامات و اکرام سے نوازتے

****

(100)،1۔ نئیں شاندار "جامعہ راشدیہ" کتب خانہ جو قیام۔ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ص 293 اور 2۔ کتب خانہ : مفتی حافظ محمد اسماعیل میمن سکندری، ص 281

(101)، کتب خانہ : مفتی محمد اسماعیل میمس سکندری، ص 282

تھے۔ [102]

اس نظریہ کے پیش نظر آپ نے دینی علوم اور اسلامی تہذیب کو زندہ کرنے کی خاطر وقت کے جید علماء کا انتخاب کیا۔ ان علماء میں سے علامہ عبدالرحمٰن دھامراہ ، علامہ میر محمد صاحب کھاہوڑی ریگستانی، مولانا میر محمد صاحب تالپور ، علامہ مفتی سعد اللہ صاحب قاضی القضاۃ ریاست خیر پور اور علامہ محمد احمد فقیر صاحب سر فہرست ہیں۔

ان علماء نے دن رات محنت کی جس کی بدولت سندھ کے ویران اور تباہ حال ذہنوں کو دینی تازگی اور علمی تندرستی میسر آئی۔ ان علماء نے اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے سلسلے میں سندھ کے تمام علاقوں میں علومِ اسلامی کی شمعیں روشن کیں۔

درسگاہ جامعہ راشدیہ کے اساتذہ کے علم و فضل کے کمالیت کااندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے جب ریاست خیر پور کے میر حکمرانوں نے جن کا فکری میلان اہل تشیع کی طرف تھا۔ انہوں نے علامہ سعد اللہ صاحب کو عقیدہ اہل السنت والجماعت رکھنے کے باوجود قاضی القضاکے عہدے پر فائز کیا۔ یہ یقینا علامہ صاحب کے علمی کمال کا واضح ثبوت تھا۔ اُس وقت ریاست کے حکمران رافضیت میں جکڑے ہوئے تھے بلکہ سندھ میں رافضیت کے سرپرست تھے ۔ میر حکمرانوں کی دربار میں علامہ صاحب کی کرسی سب سے اوپر میر صاحب کے برابر رکھی جاتی تھی، لیکن علامہ صاحب کے حق گوئی اور بے خوفی ان سب مصلحتوں سے بالاتر تھی۔ ایک دفعہ میر سہراب خان تالپور کے فرزند میر مہدی خان اپنے ایک سِکھ نوکر کی لمبی داڑھی سے پکڑ کر اس کے منہ پر 3 مرتبہ تھوکا اور سب کے سامنے مفتی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا قاضی صاحب مجھے یہ اتنا پیارا ہے جتنا عثمان غنیؓ حضرت رسولِ خدا ﷺ کو پیارے تھے۔ میر مہدی نے مفتی صاحب کو مخاطب کرکے یہ الفاظ 3 مرتبہ کہے، تو مفتی صاحب نے بھی میر صاحب کو جواباً کہا کہ ہاں اگر واقعتاً آپ کو یہ اتنا پیارا ہے جتنا حضرت عثمان غنیؓ حضرت رسولِ خدا ﷺ کو تھے تو آپ ﷺ نے تو دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کو

****

(102) عظیم درسگاہ جامعہ راشدیہ، مفتی محمد اسماعیل میمن سکندری، ص 279

نکاح میں دی تھیں آپ بھی دے دیجیے دو بیٹیاں اپنے اس سکھ نوکر کے نکاح میں ۔[103]

اس حق گوئی اور بے باکی نے آخر حکمرانوں کی گندی ذہنیت کو ظاہر کیا جو جب پرانے سکھر کے رافضیوں کے ایک عالم خادم علی شاہ نے صحابہ کرام کی گستاخی میں "پستول حیدری" کے نام سے ایک کتاب لکھی، تو مفتی صاحب کی مذہبی غیرت اور علمی وجاہت نے ان کو صبر کرنے نہ دیا اور فورا مفتی صاحب نے اس کے رد میں اس کتاب سے چار حصہ زیادہ ضخیم کتاب "توپِ محمدی" لکھ کر شائع کرائی۔ اس تصنیف کے نتیجے میں مفتی صاحب کو ملک بدر کیا گیا اور میروں کی ریاست میں داخلہ کے ساتھ ساتھ اس کتاب پر بھی بندش لگا دی گئی۔ دوسری جانب مفتی صاحب کو اس مشکل وقت میں پناہ دینے والی ایک ہی قوت پیر صاحب پاگارہ تھی اور پیر صاحب تو ایسے غیور علماء کے بے حد قدردان تھے اور تلاش میں تھے کہ جامعہ میں آکر کام کریں۔ پیر صاحب کو جیسے معلوم ہوا کہ میر حکمرانوں نے مفتی صاحب کو رخصت کردیا ہے تو فوراً مفتی صاحب کو بڑے اعزاز و اکرام سے اپنی درسگاہ جامعہ راشدیہ میں استاد مقرر کیا، جہاں انھوں نے آخری دم تک دین حق کی ترویج و تبلیغ کی، مفتی صاحب کی آخری آرامگاہ خیرپور سندھ میں واقع ہے۔[104]

جامعہ راشدیہ کی عقائد کے تناظر میں خدمات

جب سندھ بھر میں کفر والحاد، عیسائیت، بدمذہب لٹریچر انگریز سامراج کی سرپرستی میں بڑی تعداد میں پھیل چکا تھا۔ سادہ لوح مسلمانوں کے قلوب، قرآن سے دور ہو چکیں تھیں، جامعہ کے بانی حضرت شاہ مردان شاہ اول اس ضرورت کو محسوس کرکے قرآن کریم کے سندھی ترجمے اور تفسیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے سندھ کے ایک بڑے عالم علامہ محمد صدیق نورنگ زادہ کا 1295ھ میں تحریر کردہ سندھی ترجمے و تفسیر کو علماء کرام کی زیر نگرانی میں دوبارہ شائع کرنے کا

****

(103) عظیم درسگاہ جامعہ راشدیہ، مفتی محمد اسماعیل میمن سکندری، ص280

(104) عظیم درسگاہ جامعہ راشدیہ، مفتی محمد اسماعیل میمن سکندری، ص280

اہتمام کیا۔ سندھ میں کوئی بہتر پریس نہ ہونے کی وجہ سے چھپائی کا یہ کام بمبئی بھیجا گیا، لیکن وہاں سے بھی تسلی نہ ہوئی۔ پھر اپنے خرچ پر ایک لیتھو پریس حیدرآباد سندھ میں لگوائی گئی۔ اور سن 1327 ھ میں تفسیر کوثر شاہ مردان شاہ کے نام سے سندھی زبان میں سب سے پہلی اور جامع تفسیر چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کی۔ علاوہ ازیں ایک طبع خانہ سلطان گوٹھ تعلقہ میرپور ماتھیلو میں مولوی بھاؤالدین کی نگرانی میں قائم کیا۔ یہ مطبع راشدی کے نام سے مشہور تھا اور کافی تعداد میں اسلامی کتب یہاں سے شائع ہونے لگیں۔ آپ نے مولوی اللہ بخش کھسرڑو والے سے ایک کتاب " رسول ﷺ و غیب " لکھوا کر شائع کرائی، ان تمام کاوشوں اور اسلامی اشاعتی سلسلے کے اخراجات چاہے وہ تدریسی ہوں، یا تبلیغی ہوں، سب کے مالی انتظامات آپ شاہ مردان شاہ اول خود اپنے ذمے لیا کرتے تھے۔ حفاظ کرام اور علماء کرام کا باقائدہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ اور جامعہ کے فارغ التحصیل علماء کو اپنے خرچ پر ان کے اپنے علاقوں میں مدارس قائم کروا کر دیئے تاکہ وہ سب اپنے علاقوں میں جاکر دین اسلام کی نعمت سے لوگوں کو نوازیں۔

عقیدہ کے میدان میں کارہائے نمایاں

جیسا کہ اوپر ذکر کرآئے ہیں کہ جامعہ راشدیہ کے زیر اہتمام کئی دینی مدارس کا اجراء عمل میں لایا گیا اور حضرت پیر صاحب شاہ مرداں کے وصال 2012ء تک جامعہ راشدیہ کے نیٹ ورک میں 200 سے زائد مدارس کام کر رہے تھے۔ جن میں اہم ترین مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ، مدرسہ صبغۃ الفیض سومر ہنگورہ، مدرسہ صبغۃ الہدیٰ شاہپور چاکر، مدرسہ صبغۃ النور کھپرو، مدرسہ صبغۃ القرآن شاہ مردان شاہ سنجھورو، مدرسہ صبغۃ العرفان ڈہرکی، مدرسہ صبغۃ الانوار عمرکوٹ، مدرسہ سکندریہ قادریہ نوشہرہ فیروز، دارالعلوم سکندریہ پنوعاقل، تھرپارکر، بدین، میرپورخاص، حیدرآباد، مٹیاری، ٹنڈہ الہیار، نوابشاہ، خیرپور، سانگھڑ، عمرکوٹ، سکھر، گھوٹکی، لاڑکانہ، دادو، شکارپور، جیکب آباد، رحیم یار خان، جعفرآباد، سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے مختلف علاقہ جات میں دینی مدارس کا تسلسل ہے۔

جامعہ کے موجودہ ریکارڈ کے موجب 1959ء سے 2010ء تک 687 علمائے کرام "شہادۃ العالمیہ " (ماسٹرز ڈگری) اور 1980ء سے 2010ء تک 1600 کے قریب حفاظ کرام (1952ء سے 1979ء تک حفاظ کا ریکارڈ نہیں مل سکا۔) فارغ التحصیل ہوئے۔ ہر سال 27 رجب المرجب کی تقریب میں فارغ التحصیل علمائے کرام کی دستار بندی ہوتی ہے اور حضرت پیر صاحب خود اپنے ہاتھوں سے اسناد تقسیم کرتے تھے اور تقریب کے آخر میں اختتامیہ خطاب کرتے ہیں جس میں علمائے کرام کو نصیحت کرتے تھے کہ آپ کی عزت خانقاہ کی عزت ہے، اساتذہ نے تم لوگوں پر بہت محنت کی ہے، امید ہے کہ آپ اسلام کی خدمت کرکے خانقاہ کا نام روشن کریں گے۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی سکھاتے تھے کہ لوگوں کو راہ راست پر کیسے لایا جا سکتا ہے اور یہ فرماتے تھے کہ آپ کا کام ہے پیغامِ اسلام پہنچانا باقی وہ جانے خدا جانے ،الحمد للہ راقم بھی اس خطاب سے مستفیض ہے۔اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

جامعہ راشدیہ کے علمائے کرام، خانقاہ مبارک کی تعلیم وتربیت اور زیر سایہ ملک کے طول و عرض میں بطور خطیب و امام، مدرس، معلم، مبلغ و مصلح دین اسلام کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ تو دوسری طرف مختلف تعلیمی اداروں میں بحیثیت لیکچرر، پروفیسر، دانشور، اسکالر اور علم کی دنیا کو علمی فیض سے بہرہ مند کر رہے ہیں، علمائے سکندریہ میں محقق، مصنف، ادیب، فلاسافر، وکیل، قانوندان، منصف ،انتظامی آفیسر اور صحافی بھی شامل ہیں۔ علمائے سکندریہ کی فہرست میں ملک کے مقتدر اور جید علماء کے نام ہیں۔ یہ تمام لوگ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق علم دین اور عقائد اسلام کی ترویج و تبلیغ میں دن رات مصروف عمل ہیں۔

جامعہ راشدیہ نے علمی و عملی میدان میں مختلف زاویوں سے خدمات سرانجام دیں۔ جس میں جامعہ کے علماء نے لوگوں کے غلط و باطل نظریات و عقائد باطلہ کی اصلاح درس وتدریس، تعلیم وتربیت، تصنیف و تالیف کے ذریعے کی۔ یہ باب ، ایک مستقل کتاب کا مقتضی ہے۔ جس مقصد سے حضرت پیر صاحب نے جامعہ کا اجراء کیا تھا، الحمد للہ جامعہ نے اپنے اہداف میں بھرپور کامیابی حاصل

کی، حر جماعت اور دیگر مسلمانوں کی علمی ، عملی شعور اور دینی تربیت اور اصلاح میں سندھ بھر میں موجود دیگر کئی اداروں سے بڑھ کر کام کیا اور کر رہا ہے۔ جامعہ راشدیہ کی عقائد کی تبلیغ میں پیش کردہ خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے استاذ العلماء علامہ مفتی محمد اسماعیل سکندری رقمطراز ہیں کہ :

" (جامعہ) کے فاضلین نے ملک کے ہر کونے میں سندھ، پنجاب، بلوچستان، تھر، سمیت جیسلمیر پر اپنے علم و عرفان کی کرنیں چمکائیں۔ اور دنیا کو بہترین مبلغ، خطیب، قاضی، مفتی، استاد، لیکچرر، اور ڈاکٹرز پیدا کیے جنہوں نے مساجد، مدارس، سکول، کالج، یونیورسٹیز، بلکہ ہر جگہ جاکر اسلامی تعلیمات کو عام کیا اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو صحیح راہ پر گامزن کیا"۔ (105)

جامعہ کے متعلقین و فاضلین جنہوں نے عقائد و نظریات کی تصحیح و ترویج اور تبلیغ میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے ان کا ذکر درج ذیل ہے:

جامعہ راشدیہ کے متعلقین و فاضلین کی عقیدہ کے میدان میں خدمات

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جامعہ سے فارغ التحصیل علماء کی تعداد کئی سو ہے اور یہ تمام کے تمام اپنے اپنے میدانوں میں مختلف الانواع خدمات سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔ مگر یہاں پر چند ایسے علماء وفضلاء اور متعلقین جامعہ کا ذکر کیا جائے گا جنہوں نے سندھ میں پیدا ہونے والے فتنوں کو اپنی تقریری و تحریری انداز سے ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

1۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد صاحب داد جمالی رحمہ اللہ

حضرت مفتی محمد صاحب داد ، شیخ الجامعہ "جامعہ راشدیہ" پیر جو گوٹھ ، ضلع سکھر "خیر پور"، سندھ (1316ھ) اپنے قدیمی وطن مالوف جھوک سید قاسم شاہ تحصیل بھاگ ڈویژن قلات ضلع سبی بلوچستان میں تولد ہوئے۔ مفتی صاحب نے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم سبی کے مشہور اھل اللہ خواجہ محمد شاہ کے پاس حاصل کی، وہیں پر عصری تعلیم "برنس سکول" میں حاصل کی۔

****

(105)، کتب خانہ : مفتی حافظ محمد اسماعیل میمس سکندری، ص 283-284

فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مولانا محمد یوسف کے پاس حاصل کی۔اور 1326 سے 1330 ھ تک وہاں پڑھے۔اس کے بعد سندھ کے مختلف مقامات پر حصول علم کیا۔اور 1334 سے 11 ذیقعد 1336 ھ تک دورہ حدیث مدرسہ قاسمیہ گھڑی یاسین میں مشہور مفتی اور قاضی مولانا محمد قاسم گڑھی یاسینی کے پاس کیا اور وہاں سے ہی فراغت حاصل کی۔

اس کے بعد مفتی صاحب کو استاد صاحب نے فراغت کی سند کے ساتھ تمام متون وکتبِ اصول وفروع و معقول اور منقول پڑھانے کی اجازت دی۔ مفتی صاحب علم و فضل اور فتوی میں نہ فقط بر صغیر میں مرجع الخلائق رہے بلکہ یورپ، مشرق وسطی اور انگلستان سے بھی فتوی کے لیئے سائل آتے تھے، مفتی صاحب بڑے کمال درجے اور فیاضی اور پابندی سے ہر ایک کا شافی دلیل اور تفصیل سے مستند فتوے بھیجتے تھے۔

مفتی اعظم پاکستان بیک وقت محدث، اسماء الرجال کے حافظ، فقیہ، سیرت نگار، مؤرخ اور محقق تھے آپ سندھی، فارسی، اردو، عربی، میں یکسانیت سے قادر الکلام تھے۔

استاذ العلماء مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد صاحب داد جمالی درس وتدریس کے علاوہ تحریر کے حوالے سے بھی نمایاں تھے۔ مفتی صاحب نے اپنے قلم کے ذریعے اسلام کی خوب خدمت کی، عقائد کی درستگی کے ساتھ معاشرے کی اصلاح کے لیئے بھی قلم کا استعمال کیا۔ مفتی صاحب کی تصانیف میں سے بعض کا تعارف درج ذیل ہے:

1۔ماہنامہ رسالہ الھمایوں: مولانا الھی بخش سلطان کوٹی تحریر کرتے ہیں کہ: 1340 ھ بمطابق 1921 ء میں مفتی صاحب نے سلطان کوٹ ضلع شکارپور میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہوئے، مفتی صاحب نے سلطان کوٹ میں رہتے ہوئے مذہبی صحافت کو فروغ دیا۔سندھی میں ماہوار الھمایوں 1342 ھ سے 1345 ھ بمطابق 1924 ء سے 1928 ء تک جاری رکھا۔(106)

اس رسالے میں درس و تفسیر، مذہبی اور علمی مواد، مسائل شرعیہ، اور رافضیت کا پرزور رد کیا گیا

***

(106) شکارپور جی صحافتی تاریخ، انور فگار ہکڑو، ص 55

ہے۔

2۔الصارم الربانی علی کرشن قادیانی : یہ رسالہ سندھی زبان میں ہے۔اس میں مفتی صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں قادیانیت اور مرزائیت کا پر زور اور مدلل رد کیا ہے اور ساتھ ساتھ قادیانی مذہب کے بانی مرزاغلام احمد کی ایمان سوز عقیدوں اور بداخلاقیوں پر قادیانیوں کی ہی کتابوں سے اقتباسات پیش کرکے مسلمانوں کو عقیدہ قادیانیت کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے اور اور امتِ مسلمۃ کو متنبہ کیا ہے۔ یہ رسالہ قادیانیوں کے مقابلہ کے لیئے اہل ایمان کا زبردست ہتھیار ہے۔

3۔اقامۃ البرھان علی ان الشیعۃ اعداء القرآن : یہ رسالہ سندھی زبان میں ہے اس رسالہ میں مناظرہ نبی شاہ وگن کی پوری تفصیل اور شیعہ رسالوں کے بھتانوں کی مکمل تردید کی گئ ہے۔اور مدلل انداز میں ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی بھی شیعہ اپنے معتبر کتب میں سے قیامت تک اپنا ایمان قرآن کے مطابق ثابت نہیں کرسکے گا، کیونکہ ان کی بنیاد ہی قرآن کے خلاف رکھی گئ ہے۔یہ کتاب 1353ھ بمطابق 1934ع میں اشاعت پذیر ہوئی۔

4۔اِخلاق النبی ﷺ : اور یہ کتاب سیرت مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل ہے۔

5۔ نصرت الحق المعروف بہ ست پرکاش : یہ کتاب سندھی زبان میں ہے جو آریہ مذھب، جو ویدک دھرم کی اندرونی معلومات کا خزانہ ہے، اس کتاب میں مفتی صاحب نے آریہ مذھب کے بانی سوامی دیانند کی تحریر کردہ کتاب ستیارت پرکاش کا مدلل رد کیا ہے۔ سوامی دیانند نے اپنی کتاب ستیارت پرکاش میں اسلام اور قرآن پاک کے خلاف جو بھی اعتراضات کیے ہیں، مفتی صاحب نے ان سب اعتراضات کے مدلل انداز میں الزامی اور تحقیقی دونوں انداز سے جوابات دیے ہیں۔

6۔ مطالبہ حق : یہ کتاب بھی آریہ مذھب کی تردید میں ہے۔

7۔الھام القدیر فی مسئلۃ التقدیر : یہ رسالہ اردو زبان میں ہے جس کو ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور نے شائع کروایا، اس رسالہ میں مفتی صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں عقیدہ قدر کی

وضاحت کی ہے اور تقدیر کے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔ یہ کتاب 31 صفحات پر مشتمل ہے جو محرم الحرام 1382ھ میں زیور اشاعت سے آراستہ ہوئی۔

2۔ شیخ الجامعہ مفتی تقدس علی خان:

شیخ الحدیث، والتفسیر استاذ العلماء مفتی تقدس علی خان 1325ھ بمطابق 1907ء اگست میں ہندوستان کے شہر بریلی میں تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمٰن بھاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی اور مولانا نور حسن سے حاصل کی۔ جبکہ اعلی تعلیم مولانا رحم الٰہی، مولانا عبد المنان، مولانا عبدالعزیز اور بہار شریعت کے مصنف مولانا امجد علی اعظمی سے حاصل کی۔ اور تعلیمی سفر کی تکمیل حجۃالاسلام مولانا حامد رضا خان کے پاس کی۔ علامہ حجۃالاسلام کے پاس درسی کتابوں کے علاوہ رد المختار کا مقدمہ اور فتوی نویسی کی بھی مشق کی۔ 1345ھ میں دارالعلوم منظرالاسلام سے سند الفراغ حاصل کی، سند الفراغ حاصل کرنے کے بعد منظرالاسلام میں ہی دین کی خدمت میں مشغول رہے۔ انڈیا میں کافی تعداد میں علماء اور فضلاء کو دینِ متین کی خدمت اور عقائد صحیحہ کی ترویج کے لئے تیار کیا، جو بطریقہ احسن خاص عقائد کی تبلیغ کے لیے مصروف رہے، جن میں سے بعض کے اسماء یہاں پیش کئے جاتے ہیں: مفتی اعجاز ولی خان سابق شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور، مولانا ارشد القادری جمشید پور انڈیا، مولانا اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم جودھ پور انڈیا، اور مصنف کتاب سیرت مصطفیٰ (جو ایک مختصر اور جامع کتاب ہے سیرت پر) مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی شیخ الحدیث برائون انڈیا، مولانا سید مفتی افضل حسین شاہ فیصل آباد۔[107]

1951ء میں پاکستان کراچی ہجرت کرکے آئے اور کچھ وقت دارالعلوم امجدیہ میں تدریس کرنے کے بعد مفتی اعظم پاکستان محمد صاحب داد جمالی کی کوششوں سے پیر جو گوٹھ خیرپور آئے اور شیخ الجامعہ مفتی محمد صالح کی کوششوں سے جامعہ راشدیہ تشریف لے آئے اور وہیں پر

****

(107) پیکر تقدس، رضا اکیڈمی لاہور، ص 17۔ تعارف علمائے اہلسنت، محمد صدیق ہزاروی، 69-71 تلخیص

مستقل رہائش اختیار کی۔[108] اور کافی تعداد میں ایسے علماء تیار کیے جنہوں نے بعد میں اسلامی عقائد کی ترویج میں بھرپور کردار ادا کیا ان میں سے نمایاں: مفتی محمد رحیم سکندری مترجم کنز الایمان سندھی ترجمہ و مختصر تفسیر، شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ راشدیہ، سلطان الواعظین مفتی عبدالرحیم سکندری شیخ الحدیث و مہتمم صبغۃ الہدیٰ شاہپور چاکر، مفتی در محمد سکندری سابق مہتمم صبغۃ الاسلام سانگھڑ، مفتی عبدالواحد سکندری سکھر، مفتی محمد اسماعیل سکندری سابق خطیب پاک آرمی وسابق مدرس جامعہ راشدیہ، مہتمم مدرسہ سکندریہ نوشہرو فیروز سندھ۔

علامہ شیخ الحدیث نے تحریک پاکستان میں بھی حصہ لیا تھا، بریلی شہر اور اس سے ملحقہ علاقوں میں تحریکی پروگرام کیے، مرادآباد سنی کانفرنس (جو 4 اکتوبر 1939ء میں منعقد ہوئی) میں شرکت کی اس موقعے پر مولانا حامد رضا بریلوی اور مولانا سید فتح علی شاہ نے اپنی تقریروں میں دو قومی نظریے کی اہمیت واضح کی۔ اس کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس 27 سے 30 اپریل 1946ء میں شرکت کی، اس کانفرنس میں 2 ہزار علماء سمیت لاکھوں لوگوں نے شرکت کی جنہوں نے پاکستان بننے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور یہ اعلان بھی کیا تھا کہ اگر بابائے قوم محمد علی جناح اس تحریک سے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو پھر بھی ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے، اور لوگ اس وقت علماء کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے تھے۔

22 مارچ 1970ء میں عبدالحمید بھاشانی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کسان کانفرنس منعقد کی جن کا نعرہ: ماریں گے، مر جائیں گے، سوشلزم لائینگے، آخر میں ایک قرارداد کے ذریعے ٹوبہ کا نام لینن گرانڈ تجویز کیا گیا۔ اہل سنت والجماعت کے بزرگوں عالموں نے سوشلزم کے پروپیگنڈا کا مؤثر جواب دینے کے لئے اسی جگہ پر ہی 13 اور 14 جون 1970 میں عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس میں ملت اسلامیہ کو مقام مصطفیٰ ﷺ کا پیغام دیا گیا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا۔ وہیں ایک قرارداد کے ذریعے ٹوبہ کا نام دار الاسلام رکھنے کا مطالبہ کیا گیا۔ شیخ الجامعہ نے اس

****

(108) پیکر تقدس، رضا اکیڈمی لاہور، ص 17

کانفرنس میں پیر صاحب پگارو کی جانب سے شرکت کی اور باطل افکار کا بھرپور رد کرتے ہوئے اسلام کے نظام زندگی کے نفاذ کا مطالبہ سامنے رکھا۔

1951ء میں ہی آپ پیرجو گوٹھ آئے اور 4 فروری 1952ء میں پیر صاحب شاہ مردان شاہ ثانی کی تاج پوشی کے بعد جامعہ میں آگئے تھے۔ بعد ازاں کی پوری زندگی وہیں پر ہی دینِ متین کی خدمت اور اصلاح عقیدہ میں وقتاً فوقتاً کردار ادا کرتے رہے۔ اور 3 رجب 1408ھ بمطابق 1988ء میں سول ہاسپیٹل کراچی میں آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ آرام باغ مسجد کراچی میں مفتی وقار الدین نے ادا کروائی اور آپ کی وصیت کے مطابق جامعہ راشدیہ کے بالکل قریب پیرجو گوٹھ کے قدیمی قبرستان میں رکھا گیا۔

3۔ شیخ المعقول علامہ سید حسین امام اختر

جامعہ راشدیہ وہ عظیم ادارہ ہے جس میں ملک پاکستان کی عظیم شخصیتوں نے دینی خدمتوں کو سرانجام دیا ہے، ان عظیم شخصیتوں میں سے ایک شیخ المعقول مولانا سید حسین امام اختر کا بھی نام ہے۔آپ کا تعلق ضلع مردان تحصیل صوابی سے ہے۔ آپ 1960 سے 1972ء تک جامعہ راشدیہ میں معقولات اور منقولات کی تعلیم دیتے رہے، علامہ صاحب کو مفتی تقدس علی خان کے مشورے سے جامعہ میں مقرر کیا گیا۔ علامہ موصوف اگرچہ بنیادی طرح معقولات اور منقولات کے استاد تھے، لیکن جب حدیث شریف خاص کرکے بخاری شریف پڑھاتے تھے تو ایسے دل نشین انداز میں پڑھاتے تھے کہ سامعین کرام کو رقت طاری ہو جاتی تھی، زندگی کے تقریباً آخری 12 سال جامعہ راشدیہ میں ہی رہے۔

جامعہ راشدیہ کے فاضل "سکندری" علماء کا جہاد بالسیف

جامعہ راشدیہ کے متعلقین وفاضلین نے باطل عقیدوں کے خلاف علمی جہاد کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی پاک بھارت جنگوں میں شرکت کی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا جنگی محاذ پر بھرپور دفاع کیا۔ ایسے فاضلین کی تعداد تو ہزاروں میں ہے مگر یہاں چند ایسے افتاد کا ذکر کیا جارہا ہے

جو جامعہ راشدیہ کے فاضلین علماء میں شمار ہوتے تھے:

1۔ مولوی ارباب علی سکندری ولد محمد ہارون کھوسہ جیکب آباد بلوچستان ،آپ مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ برانچ جامعہ راشدیہ۔ 1965ء پاک بھارت جنگ میں شامل تھے۔ سینہ میں گولی کھانے کے باوجود بھی علاج کے بعد پھر تیار ہوئے لیکن اجازت نہیں ملی۔

2۔ مولوی نذیر احمد سکندری ولد خیر محمد بروہی شاہپور چاکر سندھ ،آپ 71ء کی جنگ میں شریک رہے۔

3۔ مولوی عبدالغنی سکندری ولد یار محمد کھوسہ، نصیرآباد بلوچستان

4۔ مولوی عبدالواحد سکندری ولد عبدالرحیم چانڈیہ قمرآباد سندھ۔

5۔ مولوی فضل محمد سکندری جو 71 کی جنگ میں شامل تھے، آپ کا تعلق شہدادپور سندھ سے تھا۔اور حصول علم مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ برانچ جامعہ راشدیہ سے کیا۔

6۔ مولوی شاہ محمد قاضی سکندری۔ جس کا تعلق پنوعاقل سندھ سے ہے۔ سکھر کے قریب، جامعہ راشدیہ میں تعلیم حاصل کی اور اسی دوراں 65 کی جنگ میں حصہ لینا چاہا لیکن کم عمری کی وجہ سے اجازت نہ مل سکی، پھر 71ء کی جنگ میں شریک ہوئے۔

7۔ مولوی محمد قاسم لغاری سکندری جن کا تعلق خیرپور سندھ سے ہے۔ جامعہ راشدیہ سے پڑھے اور 65 کی جنگ میں شریک ہوئے۔

8۔ مولوی محمد ہارون سکندری۔ جن کا تعلق حیدرآباد سے ہے۔ جامعہ راشدیہ سے فارغ ہوئے اور 65 کی پاک بھارت جنگ میں حصہ لیا۔

9۔ قاری علی محمد سکندری اسلام کوٹ آپ کا شمار بھی 1971ء کی جنگ کے غازیوں میں ہوتا ہے۔[(109)]

****

(109) کتاب: جھونگار 11۔ حصہ دوم، مرتب: استاد نظامانی، دفاع پاکستان میں حرن جو کردار۔ نارا پبلیکیشن اینڈ ریسرچ آرگنائیزیشن، سانگھڑ، ص 102-104

10۔ مولانا عبدالحکیم سکندری، ٹھری میرواہ

شیخ الجامعہ مولانا محمد صالح مہر

مرد مومن، فقیر حق، عالم گر حضرت مولانا محمد صالح مہر قادری بن میاں جی مصری فقیر مہر گوٹھ قاضی بادل مہر (ضلع گھوٹکی) میں ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳ء کو تولد ہوئے۔ تعلیم وتربیت: قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد مرحوم کے شاگرد حاجی سہراب سے حاصل کی۔ میاں احمد فقیر کے پاس فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ قاطع رفض و بدعت مفتی اعظم خیر پور ریاست علامہ مفتی محمد سعد اللہ انصاری مصنف " توبِ محمدی " کو حضرت شمس العلماء پیر سید شاہ مردان شاہ اول راشدی المعروف پیر صاحب پگارہ کوٹ دھنی نے درگاہ راشدیہ پیران پگارہ کے مدرسہ میں مدرس و مفتی مقرر کیا۔ مولانا محمد صالح نے ان کی خدمت بابرکت میں ڈیڑھ سال رہ کر بقیہ فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں ۔ مولانا محمد صالح کی زندگی ایک مجاہد کی زندگی تھی ، کبھی جیل میں ، کبھی سفر میں ، کبھی مدرسہ میں ، وہ دور تحریکی دور تھا حر تحریک اپنے جوبن پر تھی ، اس لئے آپ کی تعلیم وقتی طور پر متاثر ہوتی رہی ۔ لیکن آپ نے جوانمردی سے ایسے مراحل میں بھی تعلیم کو جاری رکھا۔ ان دنوں گورنمنٹ برطانیہ حر مجاہدین کو حراستی کیمپس (Concentration Camps) میں قید کر رہی تھی مولانا صاحب بھی انگریز سامراج کے ظلم و ستم سے بچ نہ سکے اور جوہی کے حراستی کیمپ میں جب قید ہوئے تو وہاں حضرت مولانا محمد یوسف جیسا مشفق و مہربان استاد ملا پھر وہیں تعلیم کا سلسلہ جوڑ لیا۔ پاکستان بننے کے بعد درگاہ راشدیہ کی بحالی اور صاحبزادگان کی آزادی کے سلسلہ میں جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے حکومت و گورنر سندھ دین محمد شیخ سے مذاکرات میں پیش پیش تھے اس لئے کراچی میں قیام کیا۔ ان دنوں کراچی میں مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی تدریسی مصروفیات میں مشغول تھے۔ مولانا محمد صالح نے تمام مصروفیات کے باوجود مفتی صاحب کے پاس فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی[110]۔

****

(110) الراشد صفر ۱۳۹۷ھ

بیعت :

مولانا محمد صالح، امام انقلاب، حر تحریک کے قائد، آزادی کے ہیرو، شیخ طریقت حضرت مجاہد ملت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی شہید المعروف پیر صاحب پگارہ ششم "الملقب پگ دھنی" یعنی صاحب دستارؒ المتوفی (۲۰، مارچ ۱۹۴۳ء) سجادہ نشین درگاہ عالیہ راشدیہ پیران پگارہ پیر جو گوٹھ (ضلع خیر پور میرس، سندھ) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں بیعت ہوئے اور مرشد کریم کی سربراہی میں تحریک آزادی میں سرگرمی سے حصہ لیا۔

آپ کی خدمات جلیلہ :

مولانا محمد صالح مہرؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری خوبیوں سے سرفراز کیا تھا اور تعمیری ذہن سے نوازا تھا۔ ان کے سامنے اہل سنت و جماعت کے لئے وسیع و جامع پروگرام تھا۔ وہ درگاہ راشدیہ پیران پگارہ کی جامع مسجد کے صرف امام نہ تھے، وہ جامعہ راشدیہ کے صرف مدرس مہتمم نہ تھے بلکہ وہ امام انقلاب کے تحریکی ساتھی تھے، حر جماعت کے امین، درگاہ شریف اور حضرات پیران پگارہ کی عظمت باکمال اور تاریخ کے حافظ بھی تھے۔ درج ذیل کارکردگی ان کی خدمات کا منہ بولتا چمکتا دھمکتا ثبوت ہے۔

☆ بحیثیت مہتمم جامعہ راشدیہ کی تعلیم و ترقی انتظام و اہتمام کا اہم کام سرانجام دیا۔

☆ جامعہ راشدیہ میں درس و تدریس۔ ☆ جامع مسجد راشدیہ میں امامت و خطابت۔

☆ امام انقلاب کی شہادت کے بعد یہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے حر جماعت کی صحیح رہنمائی کی اور ان کو متحد و منظّم کیا۔

☆ حر جماعت انگریز کی مارشل لا ایکٹ کے تحت لوڑہوں (concentration camps) میں قید تھی ان میں تعلیم قرآن و تربیت کا سلسلہ شروع کرایا۔

☆ حر جماعت کے گوٹھوں (گاؤں) میں جامعہ راشدیہ کی شاخ قائم کرنے میں بڑی ہمت و جرأت کی ضرورت تھی آپ نے ایسی پچاس شاخیں اندرون سندھ میں قائم کیں۔

☆ جامعہ کی تمام قائم کردہ شاخوں کے نام بزرگان پیران پگارہ کے اسماءِ گرامی کی نسبت سے رکھے۔

☆صبغۃ الھدیٰ ، صبغۃ الاسلام ، صبغۃ العرفان ، صبغۃ الفیض ، حزب الاسلام ، حزب الاحناف وغیرہ) پر تجویز کئے۔

☆ جامعہ راشدیہ مع شاخوں کے فضلاء کو متحد و منظّم و متحرک رکھنے کے لئے ''جمعیت علماء سکندریہ'' نام سے تنظیم قائم کی۔

☆ جامعہ کے فضلاء کو ''سکندری'' کاخطاب دیا۔

☆جامعہ راشدیہ میں ''شعبہ نشرواشاعت'' قائم کیا۔

☆ امام العارفین قدس سرہ کی ملفوظات شریف کے بقیہ حصوں کا سندھی ترجمہ اپنے ہونہار شاگرد مفتی در محمد سکندری سے کرایا۔

☆ قیام پاکستان کے بعد درگاہ راشدیہ کو بحال کرانے کیلئے بڑی جدوجہد کی۔

☆ قیام پاکستان کے بعد آپ جامعہ راشدیہ کے پہلے مہتمم مقرر ہوئے۔

وصال:

حضرت مولانا فقیر محمد صالح قادری کو پچیس سال سے ذیابیطس کی تکلیف تھی، چھ سات برس سے بے خوابی، خون کی خرابی اور پیچش کی شکایت تھی۔ دوڈھائی برسوں سے انتقال کو شدت سے محسوس کر رہے تھے بلکہ انہیں انتقال کے وقت کا بھی پتہ تھا۔ (الراشد شعبان ۱۳۹۷ھ) بستر مرگ سے فرمایا: پس زندگی کی کوئی حسرت باقی نہیں (تمام آرزوئیں پوری ہوئیں) آخری آرزو یہ ہے کہ آخری گھڑیاں جامعہ راشدیہ میں نصیب ہوں اور یہیں سے میرا جنازہ اٹھایا جائے۔[111] مولانا محمد صالح نے ۶، ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۳۰، اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز ہفتہ ۸۹ سال کی عمر میں جامعہ راشدیہ میں وصال کیا۔ مفتی محمد رحیم سکندری نے نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام

****

(111) الراشد ۱۴۱۷ھ

دیئے۔ نماز جنازہ میں علماء، مشائخ، سادات، حفاظ اور جماعت کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔[112] پیر جو گوٹھ کے قبرستان میں آپ کی مزار مرجع علماء ہے۔

مفتی عبدالرحیم سکندری:

سندھ کے مشہور و معروف عالم دین مفتی عبدالرحیم سکندری بن الحاج فقیر محراب خان شر 27 رمضان المبارک بروز ہفتہ بوقت صبح پانچ بجے 1365ھ بمطابق یکم ستمبر 1944ء بمقام گوٹھ سیبانو خان شر، تعلقہ ٹھری میرواہ، ضلع خیرپور میرس میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن شریف سن 1955ء میں حافظ غلام قادر سے پڑھا اور اگست 1957ء میں جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ میں ان کے دادا الحاج فقیر قادر داد شر نے انہیں داخل کروایا۔ 27 رجب 1386ھ بمطابق 1966ء بروز جمعہ جامعہ راشدیہ سے فارغ التحصیل ہو کر دستار بند ہوئے۔

1966ء میں درگاہ شریف پیر جو گوٹھ کے حکم کے مطابق ان کے استاد مفتی محمد صالح مہر نے انہیں شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ کی غوثیہ مسجد میں پیش امام کے طور پر مقرر کیا۔ یکم محرم الحرام سن 1386ھ بمطابق 1966ء میں صبغۃ الہدیٰ کے نام سے مفتی عبدالرحیم سکندری نے ایک دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی جو دیکھتے ہی دیکھتے سندھ کی مشہور دینی درسگاہوں میں شمار ہونے لگی۔ جہاں سے سندھ باسیوں نے قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی اس دینی درسگاہ سے ان گنت حفاظ، علماء، صوفیاء، زُہاد تیار ہو کر نکلے۔ آپ چالیس سال تک مدرسہ صبغۃ الہُدیٰ غوثیہ مسجد شاہ پور چاکر میں درس و تدریس، وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی اور سکندری فیض کی بھرپور نمونے سے دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

تصانیف:

آپ کی یہ کتب یادگار ہیں: تفسیر کوثر شاہ مردان شاہ (تصحیح اور تحقیق)، عید میلاد النبی صلی

****

(112) الراشد صفر ۱۳۹۷ھ

اللہ علیہ وسلم، سیف سکندری، سد سکندری، سیف یزدانی، تحفۃ المومنین، صحبت سپیرین جی، الفتح المبین، دیوبند دھرم، اہلسنت جا عقیدہ اور روضے دھنی کا مسلک۔ آپ اس وقت فتاویٰ سکندریہ، افضیلت صدیق اکبر اور صحیح بخاری کا سندھی زبان میں جامع شرح لکھ رہے تھے۔

آپ کا وصال؛

آپ دل کی تکلیف کے سبب لیاقت نیشنل ہسپتال کراچی میں زیر علاج تھے، جہاں ۲۹ مارچ ۲۰۱۸ عیسوی مطابق ۱۱ رجب المرجب ۱۴۳۹ ہجری بروز جمعرات صبح ۸ بجے اس جہانِ فانی سے دار بقا کی جانب شہادت کا کلمہ پڑھ کر راہی عدم ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد رحیم سکندری:

شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد رحیم سکندری ۱۹۷۶ء سے تاحال جامعہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں۔ آپ ۳ جنوری ۱۹۴۱ کو قصبہ قادپور نزد سکھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی علاقہ قصبہ میر محمد کھوسہ ضلع جیکب آباد تھا، دریاء کی طغیانی سبب یہاں ہجرت کرکے آئے۔ جامعہ راشدیہ میں ۱۹۵۳ میں داخل ہوئے ۱۹۶۱ء میں سندالفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی محمد صاحبداد خان جمالی، مفتی تقدس علی خان بریلوی، مولانا فقیر محمد صالح مہر، علامہ سید حسین امام اختر، مولانا کریم بخش اور مفتی عبدالصمد میتلو کے نام سرفہرست ہیں۔ سکندری علمائے کرام کا سلسلہ اساتذہ، مفتی صاحبداد خان جمالی اور مولانا محمد صالح مہر کی توسط سے علامہ مفتی محمد قاسم یاسینی، مولانا محمد یعقوب، علامہ عبدالحکیم کنڈوی، سید محمد عاقل شاہ ہالانی کے واسطہ سے حضرت پیر سید محمد راشد روضہ دھنی کے استاد محترم، استاذالکل مخدوم محمد آریجوی، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، اور وہاں سے علامہ سعد الدین تفتازانی سے ملتا ہے۔ دوسری طرف علامہ مفتی تقدس علی خان سے صرف ایک واسطہ سے امام العصر الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی سے ملتا ہے۔[113]

****

(113) حافظ عبدالقیوم سکندری، جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال، ۲۰۰۴ء

قبلہ مفتی محمد رحیم صاحب شفقت اور ہمدردی کی اعلی مثال ہیں۔آپ ایک مرتبہ درس کی ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے کہ اس دوران مجھے کوئی تکلیف لاحق ہوئی ، مفتی صاحب نے جب طبیعت کے متعلق پوچھا تو مجھے بیمار پایا، آپ نے حال احوال کے بعد اپنے ذاتی خرچے پر علاج کے لئے کراچی بھیجا۔ چونکہ یہ میرا کراچی کا پہلا سفر تھا تو، کراچی دیکھنے کی خوشی میں ہی میری طبیعت کافی بہتر ہو گئی۔اور وہاں پر مفتی صاحب نے اپنے صاحبزادے سے کہا تھا کہ وہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائے۔ انہی دنوں میرے والد مرحوم اور بھائی غلام مرتضی بھی کراچی میں تھے جن کے ساتھ مل کر چیک اپ وغیرہ کروایا اور یوں مفتی صاحب کی نظر شفقت سے میں بجلد روبصحت ہوا۔

ایک مرتبہ میرے برادر محترم حافظ محمد طارق کا چیک اپ کرانے کے لئے لاڑکانہ بھیجا جہاں اپنے جاننے والے فقیر حاجن بھٹو کو تاکید کی کہ وہ ہمارے ساتھ رہیں۔ فقیر صاحب کی مہربانی کہ آپ نے ہمیں ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گئے اور ہر ممکن مدد کی۔ فجزاہم اللہ عنا خیر الجزاء۔

طالب علمی کے زمانے میں چونکہ میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔اس لئے آپ مجھ سے بے حد محبت اور شفقت کرتے تھے۔جب بھی سردی کا موسم آتا تو ٹھنڈ سے بچنے کے لئے ہر دفعہ مجھے ایک نئی اجرک (سندھی چادر) عنایت فرماتے تھے۔

مفتی صاحب کی دیگر تمام طلباء پر اس قدر شفقت ہے کہ ہم میں سے ہر طالب علم یہ سمجھتا ہے کہ مفتی صاحب دورانِ تعلیم ہم پر ہی زیادہ توجہ اور عنایت فرماتے ہیں۔ تمام طلبہ آپ کو نہ فقط استاد بلکہ والد کی طرح عزت واحترام کرتے ہیں۔ بلکہ کبھی کبھار طالب علم آپ سے دوستوں کی طرح اپنے مسائل پیش کرتے ہیں، اس طرح کا مثالی رویہ دینی ودنیاوی تعلیمی اداروں میں کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔اللہ پاک مفتی صاحب کا سایۂ شفقت تمام طلبہ پر تادیر قائم رکھے۔

مفتی محمد رحیم سکندری نے سندھ یونیورسٹی سے ۱۹۶۰ میں فاضل فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا۔ شہادۃ العالمیہ ۱۹۸۴ میں تنظیم المدارس ، عربک ریفریش کورس ۲۰۰۲ء میں بغداد یونیورسٹی

عراق سے کیا۔[114]

جامعہ راشدیہ کے اہتمام کے ساتھ خانقاہ مبارکہ کی مسجد کے خطیب اور حر جماعت کے "پار" سلسلہ کے "مکھ" (خلیفہ) بھی ہیں۔آپ شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور میں سنڈیکیٹ کے ممبر، جمعیت علمائے سکندریہ (پاکستان) کے سابق صدر، ماہنامہ الراشد کے چیف ایڈیٹر، تنظیم المدارس (اہلسنت) کے صوبائی نائب ناظم بھی ہیں۔[115]

آپ کی نمایاں خدمات میں زمانہ طالبِ علمی میں سیرتِ رسول ﷺ ۱۹۶۰ء میں سندھ بھر میں اول نمبر مقالہ، ۲۷ دن میں قرآن مجید کا حفظ کرنا ہے۔ علمی خدمات میں قرآن مجید کا سندھی ترجمہ "کنزالایمان"، پیر سید صبغت اللہ شاہ اول کی ملفوظات خزانۃ المعرفت کا ترجمہ، دیوان مسکین فارسی شاعری کا ترجمہ، الزبدۃ شرح قصیدہ البردہ، جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال، الحزب الاعظم کا سندھی ترجمہ، ان کے علاوہ خانقاہ مبارک کی تصنیفات کی تحقیق واشاعت کی نگرانی اور تکمیل جس میں ضخیم فارسی لغت جمع الجوامع کی تحقیق، مجمع الفیوضات (ملفوظات روضہ دھنی کا ترجمہ) ماہنامہ الراشد، کلام اصغر دوم پیر پگارہ کی سندھی شاعری اور دیگر کتب شامل ہیں۔[116]

مفتی محمد رحیم سکندری کے اہتمام میں سندہ، پنجاب اور بلوچستان کے ساتھ انڈیا میں جامعہ راشدیہ کی برانچز شروع ہوئی۔ ۱۹۷۶ء سے اب تک کثیر تعداد میں علمائے کرام، حفاظ اور قراء حضرات تکمیل علوم کے بعد دینی خدمات میں مصروف ہیں۔[117]

دیگر صاحب تصانیف سکندری علمائے کرام:

****

(114) ایضًا

(115) ایضًا

(116) ایضًا

(117) ایضًا

مذکورہ بالہ جلیل القدر علمائے کرام کے علاوہ بھی سکندری علماء صاحبِ تصانیف رہے ہیں اور اصلاح عقائد واحوال پر کئی تصانیف

مفتی در محمد سکندری سانگھڑ: مترجم مجمع الفیوضات جلد دوم، صاحب کتاب "درالفتاویٰ۔

مفتی محمد اسماعیل سکندری نوشہرہ فیروز: ترجمہ خزانۃ الاسرار، اللہ جو فقیر، ترجمہ وسیلۃ الغریب الی جناب الحبیب۔

ڈاکٹر غلام عباس قادری کراچی: ترجمہ ریاض الصالحین، درس تراویح، صحیفہ ابن ہمام۔

مفتی عبدالرزاق سکندری: افہام القاری شرح صحیح البخاری سندھی ۷ جلد، معراج المومنین، اور متعدد مقالہ جات۔

ڈاکٹر نذر حسین سکندری سانگھڑ: مکتوبات روضہ دھنی (تحقیق) ارشاد السالکین۔

مفتی عبدالواحد سکندری سکھر: طریقۃ الذکر۔

علامہ شاہ محمد قاضی سکندری پنوعاقل: نام کتاب "استاد مولانا محمد صالح مہر: سوانح حیات اور تفسیر سورۂ فاتحہ"۔

مولانا اللہ ورایو سکندری شہدادپور: ذکر جی فضیلت (فضیلتِ ذکر)، برکات الحرمین، شخصیت و کردار فقیر عبدالحکیم، ودیگر مضامین۔

حافظ محمد یوسف سکندری عمرکوٹ: صراط الطالبین، سورھیہ چیو سچ (سورھیہ نے سچ کہا)، جانب گذاریم جن سین، تحفۃ المرشدین، تذکرۃ المحافل، اور متعدد مقالہ جات۔

حافظ عبدالقیوم سکندری تھرپارکر: عظیم شخصیت عظیم کردار، سوھن بھریو سوندر، خزانۃ الفقہ، خزینۃ الاوراد، باتاج بادشاہ، شام جون زیارتون مترجم، تذکرہ پیران پگارا (غیر مطبوع)، سفر نامہ حرمین (غیر مطبوع) اور متعدد مقالہ جات، شاعر اور کالم نگار۔

حافظ مہران: روڑیورتاگل، آپ روزنامہ "مہران "کے معروف کالم نگار بھی ہیں۔

جامعہ راشدیہ میں عقائد کی تدریس

جامعہ راشدیہ میں عقائد کی تدریس وترویج اور تبلیغ لوگوں کے علمی مقام ومرتبے کو مد نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ چونکہ طلبہ کرام مستقل طور پر علم دین کے حصول میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے لیے ہر سال جماعت وار کچھ عقائد سے متعلق نصاب پڑھایا جاتا ہے جس میں درجہ تجوید وقرات سالِ اول میں "ہمارا اسلام" کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ درجہ ثانویہ عامہ سالِ دوم : العقائد والمسائل کے آشنائی کے لیے مختصر کتب کا مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ جبکہ درجہ ثانویہ عامہ سالِ اول میں "بہارِ شریعت" حصہ اول جو کہ عقائدِ توحید، رسالت، ملائکہ، رسل، کتب، قضا وقدر اور آخرت وغیرہ پر شامل ہے مکمل پڑھائی جاتی ہے۔ جبکہ درجہ ثانویہ عامہ سال دوم : "التمہید فی بیان التوحید" پڑھائی جاتی ہے۔ عالیہ سالِ اول میں "شرح العقائد" نصف الاول، اور درجہ عالیہ سالِ دوم میں نصف ثانی مکمل پڑھایا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ عقائد وافکار کی تربیت و تبلیغ کے لیے جامعہ میں طلباء اور عامۃ الناس کے لیے ہفتہ وار تربیتی مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں ہر عام وخاص مرید و متعلقینِ درگاہ، شرکت کر سکتا ہے۔

جامعہ راشدیہ میں طلبہ کی تربیت کے لئے ہفتہ وار ایک بزم کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے جس میں طلباء کو سیرت طیبہ کے اور اکابرین اسلام کی سوانح حیات کی روشنی میں آداب حسنہ واخلاق عالیہ اپنانے کی تلقین ونصیحت کی جاتی ہے۔ ملی وملکی قوانین کی پاسداری کی اہمیت بتائی جاتی ہے اور ایک اچھے شہری ہونے کے ناطے فلاح دارین کے تصور سے آشنائی کرائی جاتی ہے۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کو فرض اول شمار کیا جاتا ہے۔

یہ بزم صرف طلبہ کے لئے نہیں بلکہ عوام الناس کے لئے بھی ہوتی ہیں۔ اور ہر جماعت میں طلبہ کے لئے خصوصا تربیتی بزم کا انعقاد ہوتا ہے۔ جس میں جامعہ کی طرف سے مقرر شدہ قواعد وضوابط کے اندر رہتے ہوئے کھانے پینے کے آداب، صوم وصلوۃ کی پابندی، قرآن وسنت سے صحیح

عقیدہ کی تعلیم و تلقین، اساتذہ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک، بچوں اور طلبہ کے ساتھ بہتر رویہ، اشیاء جدیدہ کے غلط استعمال سے بچنے جیسے موضوع زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جامعہ راشدیہ سے وقتاً فوقتاً متعلقین جامعہ اور درگاہ کے مریدین کی تعلیم اور صحیح عقیدہ کی تبلیغ کے لئے مختلف اوقات میں قافلے جاتے رہتے ہیں۔

جامعہ راشدیہ کے ترجمان ماہانہ "الراشد"
کا عقائد و نظریات کی ترویج میں کردار

ماہانہ الراشد کی تاریخ دیکھی جائے تو یہ دو ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلا دور جب یہ رسالہ سہ ماہی اشاعت پذیر ہوتا تھا۔ یہ دور 1996 تک رہا۔ اور بعد ازاں اس رسالہ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ماہانہ شائع کیا جانے لگا۔ اس رسالے میں مختلف اوقات میں مسلمانوں کو درپیش معاشی ومعاشرتی مسائل کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے اور ساتھ ساتھ معاشرے میں موجود غلط عقائد و نظریات کی تصحیح کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے اور صحیح تعلیمات وعقائد اسلام سے عوام الناس کو آگاہ رکھنے کا بندوبست کیا گیا۔ اس رسالہ کا چیف ایڈیٹر مہتمم جامعہ علامہ مفتی محمد رحیم سکندری صاحب ہیں۔ مختلف اوقات ان کو ایڈٹ کرنے والے علامہ قربان علی سکندری، علامہ محمد عیسیٰ سکندری، علامہ مفتی محمد اسماعیل سکندری، علامہ حافظ عبدالقیوم سکندری جامعہ راشدیہ کے فیض یافتہ فاضل ہیں۔ ماہانہ الراشد میں عقائد کے متعلق اشاعت پذیر مضامیں کا مختصر ذکر درج ذیل ہے۔

1۔ الدین نصیحۃ

از: مفتی محمد رحیم سکندری، محرم الحرام 1417ھ 1996ء

2۔ ایمان اور اسلام

از: عبد المالک سکندری، ربیع الاول 1420ھ جون، جولائی 1999ء

3۔ توحید اور شرک

از: اللہ ورایو سکندری، ربیع الثانی 1420ھ جولائی، آگست 1999ء

4۔ موحد نہ بلک ملحد

از: قمر الدین سکندری، ربیع الثانی 1420ھ جولائی، آگست 1999ء

5۔ میزان الاعتقاد

از: قربان علی سکندری، محرم الحرام 1420ھ اپریل، مئی 1999ء

6۔ شرک کی حقیقت

از: محمد سلطان نعیمی۔ رمضان المبارک 1421ھ دسمبر 2000

7۔ ایمان پر خاتمہ

از: علامہ امید علی راجڑ۔ محرم الحرام 1422ھ اپریل 2001ء

8۔ اسلام اور یکجھتی

از: شیخ الحدیث مفتی محمد رحیم سکندری صفر المظفر 1423ھ مئی 2002ء

9۔ قرآن اور سنت کی دعوۃ

از: رمضان المبارک 1423ھ نومبر، دسمبر 2002

اختتامیہ

چونکہ عقائد و نظریات مسلمان کی زندگی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور انہیں اعمال پر بھی ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لیے ایک مسلمان کو عقائد نظریات میں احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور صحیح عقائد کو اسلافِ اہل سنت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عام لوگوں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔ باطل عقائد کے سد باب کی خاطر تمام علمائے حق کو متحد ہو کر فوری اقدام اٹھانے چاہئیں۔

عقائد کی تعلیم و تبلیغ کے لیے ہمہ جہتی کاوشوں کی اشد ضرورت ہے۔ جس طرح جامعہ راشدیہ سے منسلک علماء وفضلاء نے اپنے دور کے جدید سے جدید آلات کا استعمال کیا حتی کہ چھاپ مشین بھی ذاتی خریدی گئی۔ اسی طرح آج کل کے دور میں جدید پلیٹ فارمز جن میں اہم ترین سوشل میڈیا کو استعمال میں لاکر، اور ان پلیٹفارمز پر موجود نظریاتی فتنوں اور باطل عقائد کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور صحیح نظریات وعقائد کی ترویج واشاعت کی بھرپور اور مثبت جدوجہد کی جانی چاہیئے۔ خصوصاً فیس بک، ٹویٹر اور واٹس ایپ وغیرہ جہاں الحاد ودیگر باطل نظریات کو بھرپور انداز میں پھلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں وہاں علماء کرام کو بجلد ومدلل جواب دینے کی اشد ضرورت ہے۔

جامعہ راشدیہ اور اس کے منتظمین کو چاہیئے کہ وہ اپنے متعلقین وفاضلین کی تصانیف وکتب کو جدید زیورِ طبع سے آراستہ کرتے رہیں یا سکین (Scan) کرکے انٹرنیٹ پر شائع کیا جائے۔ خاص طور پر علامہ مفتی صاحب داد جمالی صاحب کی تصانیف جو کہ تقابل فرق کے علاوہ تقابل ادیان میں بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں، تاکہ ہر عام وخاص بلا معاوضہ ان بزرگ علماء اہل سنت کی علمی کاوشوں سے بآسانی استفادہ حاصل کرسکے۔

اسی طرح ماہانہ الراشد کے گزشتہ تمام شمارہ جات کو مرتب کرکے انٹرنیٹ پر شائع کرنا چاہیئے تاکہ اس میں موجود فکری، تربیتی اور تبلیغی مضامین سے ہر عام وخاص علم دین کے ساتھ ساتھ عقائد اسلام کی صحیح جان کاری حاصل کرسکے اور ساتھ ساتھ جامعہ راشدیہ کے فاضلین کی عقیدہ کی تدریس وترویج میں کی گئی خدمات سے آگاہ ہوسکیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

مصادر و مراجع

1. اللہ جو فقیر حضرت سومر فقیر ھنگورو) مصنف : مفتی محمد اسماعیل سکندری
2. بلوچ صاحب، سندھ کے اکابرین قادریہ، ڈاکٹر درید الدین
3. پیکر تقدس، رضا اکیڈمی لاہور
4. تاریخ سندھ، اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اردو بورڈ
5. تاریخ سومرہ سندھ، وزیر علی، ابن اسماعیل سومرہ پبلی کیشنز، جڑیا پور چکس، مارچ 2001ء، سندھی ادبی بورڈ آن لائن لائبرری
6. تذکرہ لطفی
7. تعارف علمائے اہلسنت، محمد صدیق ہزاروی، تلخیص
8. جامعہ راشدیہ جا پنجاہ سال، مرتب مفتی محمد رحیم سکندری، ناشر : جمعیت علماء سکندریہ پاکستان
9. جھونگار 11۔ حصہ دوم، مرتب : استاد نظامانی، دفاع پاکستان میں حرن جو کردار۔ نارا پبلی کیشن اینڈ ریسرچ آرگنائیزیشن، سانگھڑ
10. حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی جون علمی خدمتون، ڈاکٹر خان محمد لاڑک. روشنی کنڈیارو
11. حیدرآباد جی تاریخ، روشنی پبلی کیشنز، کنڈیارو سندھ، سن اشاعت 2003ء
12. خزانۃ الاسرار، جامع حضرت پیر سید علی گوہر شاہ قدس سرہ
13. خزانۃ الاسرار
14. دلیل العارفین، فارسی ملفوظات معین الدین، جامع خواجا قطب الدین بختیار کاکی
15. دیباچہ ملفوظات سندھی مولانا محمد قاسم مشوری، مترجم)۔ مفتی عبدالرحیم سکندری
16. ڈاکٹر فرید الدین القادری

17. راحت القلوب حضرت فرید الدین گنج شکر، ضیاء القرآن پبلیکیشنز
18. الراشد ۱۴۱۷ھ
19. الراشد شعبان ۱۴۳۹ھ، مقالہ، حافظ عبد القیوم سکندری
20. الراشد صفر ۱۳۹۷ھ
21. الراشد، محسن ملت، حافظ عبد القیوم مہر محرم صفر 1436ھ
22. سندھ جا پاگارا پیر
23. سندھ جی عالمن جا سونھری کارنامہ، دادا سندھی، سندھ تحقیقی بورڈ
24. سندھ کے اکابرین قادریہ، ڈاکٹر صاحبزادہ فرید الدین - قادری پبلی کیشنز کراچی۔
25. سندھ میں مثنوی رومی جو ابھیاس، حافظ محمد یوسف بھمبھرو سکندری، کلاچی تحقیقی جرنل، جون 2017،
26. شکارپور جی صحافتی تاریخ، انور فگار ہکڑو
27. صراط الطالبین
28. ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر، سید شاہ محمد شاہ لکیاری
29. ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر، سید شاہ محمد شاہ لکیاری
30. ضیاء القمر فی حالات شاہ صدر، سید شاہ محمد شاہ لکیاری اکیسواں گدی نشیں خانقاہ شاہ صدر
31. قلمی ملفوظات اختصار
32. گلستان لطیف خالد کریم بخش 1962
33. ماہانہ الراشد، محسن ملت، حافظ عبد القیوم مہر، شمارہ نومبر دسمبر 2014ء
34. ماہنامہ الراشد روضہ دھنی نمبر شعبان 1434ھ
35. مجمع الفیوضات اردو

36. محراب پور جی عزاداری، مولائی ملاح، مولائی پبلی کیشنز محراب پور
37. مدح نامہ سندھ، مخدوم محمد ھاشم ٹھٹھوی، علامہ محمد ادریس ڈاہری، ادارہ خدمت القرآن والسنہ، شاہ پور جہانیہ، نواب شاہ سندھ۔
38. مقالات قاسمی، علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی، ناشر نظیر احمد قاسمی، سندھی ادبی بورڈ۔
39. مقالہ شاہ عبداللطیف جی حیاتی جو احوال مہران، سندھی ادبی بورڈ 1990، ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب
40. مقدمہ بذل القوۃ، مخدوم امیر احمد
41. مکتوبات شریف، محقق ڈاکٹر نذر حسین
42. ملفوظات شریف (اردو) حضرت محمد راشد روضہ دھنی، ناشر سکندریہ پبلیکیشنز
43. ملفوظات شریف سندھی، جامع خلیفہ محمود فقیر نظامانی، سکندریہ پبلیکشن پیر جو گوٹھ
44. مھران، اداریہ، از دین محمد کلھوڑو، جنوری سے مارچ۔ 2012
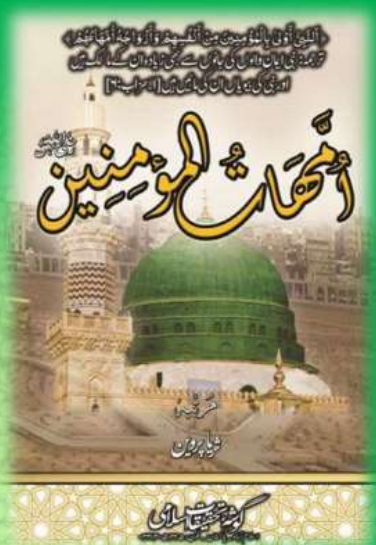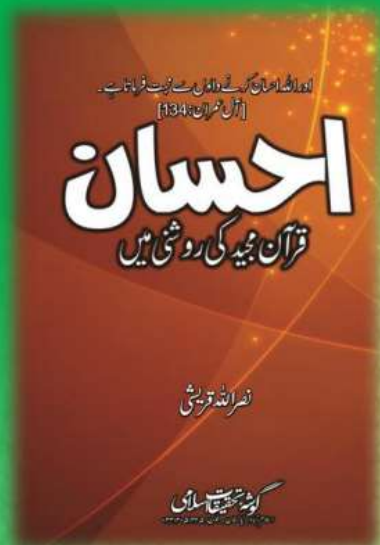
OFFICE NO: 04, WAQAR PLAZA, MUSLIM MARKET, STREET NO: 67, F10/3, ISLAMABAD-PAKISTAN
+92 0318 0539753 | GTIslami@gmail.com | Facebook.com/GTISlami

JAMIA RASHIDIA RS. 250/-
ISBN 978-969-7936-08-3